فہرستِ مضامین

ما هٰكذا تكون النصيحة يا زاعم النصيحة

علماء نجد پر رفاعی کے اعتراضات کی دینی وشرعی حیثیت

تالیف:
فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن العبّاد
سابق وائس چانسلر :
جامعة اسلامية مدينة منورة

ترجمانی:
محمد انور محمد قاسم السّلفی
داعية : لجنة القارة الهندية
جمعية إحياء التراث الإسلامي . الكويت

Publisher: **AHYA Multi-Media**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مترجم

سید یوسف سید ہاشم الرفاعی کا شمار کویت کی اہم سیاسی شخصیات میں ہوتا ہے' وہ ایک عرصہ تک کویتی پارلیمنٹ کے ممبر رہے اور کچھ عرصہ وزارت مواصلات اور اُوقاف کی ذمّہ داریاں بھی سنبھالیں' لیکن مذہبی طور پر موصوف تصوف کے شیدائی اور بدعات وخرافات کے دلدادہ ہیں اور کویت میں اہلِ بدعات کے لئے ماوی وملجا بن کر ساری دنیا میں خرافات کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

دوسال پہلے موصوف نے پاکستان کا دورہ کیا اور اپنے ہم مشربوں کے ایک ماہنامے''اہلِ سُنّت'' گجرات' شمارہ اکتوبر ۱۹۹۹ (مطابق شعبان) کو انٹرویو دیتے ہوئے'' جامے سے باہر'' ہوگئے اور کویت وسعودیہ کے محترم علماء کو سوقیانہ گالیاں دے کر اپنی تہذیب وشرافت کا مکمل ''ثبوت'' فراہم کردیا' موصوف کے چند ارشاداتِ عالیہ برائے نمونہ پیشِ خدمت ہیں۔'' مُشتے نمونہ ازخروارے''۔

مدرس مسجد نبوی اور استاذِ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ' شیخ ابوبکر الجزائری

حفظہ اللہ کے متعلق رطب اللسان ہیں:

☆ ''............ان کا نجدی شیطانِ بزرگ' گدھے سے بھی زیادہ کریہہ انداز میں والدینِ مصطفیٰ کی گستاخی کرتا ہے''۔

سبحان اللہ! منہ کھولا تو موتی برسنے لگے۔

عالم اسلام کے مشہور عالمِ دین اور کویت کے مذہبی رہنما محترم شیخ عبد الرحمٰن عبدالخالق حفظہ اللہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

☆'' ....اپنے پالتو' گستاخِ اولیاء' عبدالرحمٰن عبدالخالق کی رسّی ٹائٹ کرو اور اسکی زبان کو لگام دو............''

یادش بخیر! مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے غلام احمد قادیانی کی ایسی ہی ہفوات کے جواب میں فرمایا تھا:

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں   زباں پر گالیاں بہکی سی باتیں

موصوف' ماہنامہ '' اہلِ سنت '' کی نظر میں '' عالمِ اسلام کی عظیم روحانی شخصیت ''ہیں' اور یہ ہیں انکی روحانیت کے کچھ شگوفے۔ ایسا لگتا ہے کہ ماہنامہ اہلِ سنت گجرات کی روحانی گنگا ہی اُلٹی بہہ رہی ہے' اگر دُشنام طرازی اور سوقیانہ پن ہی روحانی عظمتوں کی دلیل ہو تو پھر ایسی روحانی عظمتوں کی حامل شخصیتیں عام بازاروں میں ایک ڈھونڈیں تو لاکھ ملتی ہیں۔

چند سال پہلے موصوف نے علماء حرمین شریفین اور نجد وحجاز کو نصیحت

کرنے کے شوق میں ان پر حرمین شریفین کو شرک وبدعات سے پاک رکھنے کے ''جرم'' میں بے جا تنقید کی' بلکہ عالمِ اسلام کے عظیم دینی ومذہبی رہنماؤں مثلاً علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز' وعلامہ ناصر الدین اُلبانی اور علامہ محمد صالح العثیمین رحمہم اللہ اور ان کے شاگردوں پر فتنہ وفساد کے بھونڈے الزامات لگا کر لاکھوں مسلمانوں کے دلی جذبات کو ٹھیس پہنچائی' جس کا مسکت جواب علمی وقار اور تہذیب اور شرافت کے تمام تر اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر مشہور عالمِ دین' محدث ومصنف شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ ورعاہ' سابق چانسلر ووائس چانسلر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے دیا ہے' جسے جمعیۃ اِحیاء التراث الاِسلامی کے علمی وتحقیقی مجلّہ ہفت روزہ ''الفرقان'' نے دس قسطوں میں سلسلہ وار شائع کیا' جس کا ترجمہ اردو دان طبقہ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے.

یہ ترجمہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ برِّصغیر ہند وپاک میں دو مختلف مکاتبِ فکر کی جانب سے علمائے نجد وحجاز کے متعلق دو متضاد پروپگنڈے کئے جا رہے ہیں' ایک طبقہ کی جانب سے بلکل وہی یا اس سے کہیں زیادہ ہی' شور وغوغاء بپا کیا جاتا ہے جس کو کہ رفاعی نے اپنی ''نصیحت'' سے برپا کیا ہے' کہ علمائے نجد وحجاز منکرِ کتاب وسنّت ہیں' (معاذ اللہ) گستاخِ رسول ﷺ ہیں' آثارِ رسول کا احترام نہیں کرتے' ائمہء دین

رحمہم اللہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں' اُولیاء کو نہیں مانتے' مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان کے مال وجان اور عزّتوں کو حلال وجائز قرار دیتے ہیں' وغیرہ وغیرہ ۔گویا کہ عالمی پیمانے پر ان لوگوں نے جو مہم شروع کی ہوئی ہے' چاہے وہ برصغیر میں ایک مخصوص گروہ کی جانب سے ہو' یا عرب اور افریقہ میں رفاعی' شاذلی یا تیجانی اور انکے مریدوں کی جانب سے' بس ایک ہی آواز کی باز گشت ہے جو مختلف ممالک سے گاہے بگاہے اٹھتی رہتی ہے' اس لئے یہ صرف ایک رفاعی کا ہی رد نہیں بلکہ اس سارے مکتبِ فکر کا رد ہے جن کی ہا وہو مختلف ممالک سے بلند ہوتی رہتی ہے۔

دوسرا وہ مکتبِ فکر جن کے اسلاف نے علمائے نجد وحجاز کو (معاذ اللہ) کافر قرار دیا اور شیخ الاِسلام امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور انکی فکر سے متأثر افراد کو' وہابیہ نجدیہ خبیثہ'' گمراہ' گمراہ گر' باغی اور فاسق قرار دیا اور انکی تردید میں'' **الشھاب الثاقب علی المسترق الکاذب**'' ''**المھنّد علی المفنّد**'''' **رجم المدنیین علی رؤس الشیاطین** ،، '' **زبدۃ المناسک** ،، ''**جامع الشواھد فی إخراج الوھابیین عن المساجد** ،،'' وہابی کون ہے'' اور اس طرح کی بے شمار دل آزار کتابیں لکھیں، شیخ الاِسلام امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے متعلق دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور دنیائے دیوبندیت کے شیخ الاِسلام (؟) مولانا

حسین احمد مدنی مرحوم رطب اللسان ہیں :

'' الحاصل وہ ایک ظالم وباغی وخونخوار فاسق شخص تھا' اسی وجہ سے اہلِ عرب کو اس سے اور اس کی اتباع سے دلی بغض تھا' اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قومِ یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے' نہ مجوس سے نہ ہنود سے'' (**الشھاب الثاقب** :ص 42).

انہوں نے حالات اور زمانے کی ''رعایت'' کرتے ہوئے' اپنا چولا بدل لیا' جو کل تک کافر' فاسق اور گمراہ تھے اب شاید پٹرو ڈالر کی ''کرامت'' سے مومنوں کی صف میں شامل ہوگئے' بلکہ انہیں زبردستی اپنے بھائی بندوں ''مقلدین'' کی صف میں شامل کرنے کے لئے سارا زورِ قلم صرف کرنے لگے' دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ جس باپ نے اپنی کتاب میں اس طائفہء وہابیہ کو''خبیث'' قرار دیا' انہی کی اولاد اسی طائفہء ''وہابیہ نجدیہ خبیثہ'' کی ''عنایت'' کی خاطر '' حُرمتِ حرمین'' کانفرنسیں منعقد کر رہی اور حکومتِ سعودیہ کو اپنی مکمل حمایت اور تعاون کا یقین دلا رہی ہے' دیکھنے والے سر پیٹ کر رہ گئے'' ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے'' لطف کی بات تو یہ ہے کہ انہیں کے کتب خانوں سے علمائے نجد وحجاز کو کافر قرار دینے والی کتابیں بھی چھپ رہی ہیں اور انہیں مومن' مقلد ٹھہرانے والی کتابیں بھی' یعنی'' یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے'' سچ ہے :

صبح میں جام پیا شام میں توبہ کرلی رِند کے رِند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

یاروں کی اس ''سادگی'' پر ہم اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں:

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس مکتبِ فکر کے علماء وزعماء سے ہماری عرض صرف یہی ہے کہ بے شک انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں آپ کے بزرگوں کو شیخ الاِسلام امام محمد بن عبدالوہاب کے تعلق سے صحیح معلومات نہیں تھیں، یا تھیں تو بھی انہوں نے اپنی آنکھیں اس سے موند رکھی تھیں، جس کی وجہ سے انہوں نے صرف سنی سنائی باتوں پر گمراہ اور گمراہ گر کے فتوے دے رکھے تھے' یہ الگ بات ہے کہ انہیں کے دور میں اِمام الھند مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا مسعود عالم ندوی' مولانا محمد سورتی رحمہم اللہ اور ان جیسے بے شمار بزرگوں کو اس تحریک کے عقائد واعمال کا صحیح پتہ تھا اور انہوں نے ان کی تائید میں تحریریں' کتابیں بھی لکھیں' اب جب کہ حالات بدل (واقعی ؟) گئے ہیں' اور علمائے دیوبند کو اہلِ نجد کے عقائد واعمال کا پتہ چل گیا ہے تو نجدی تحریک کے متعلق آپ کی فکر بھی بدل گئی ہے' ہمیں آپ کے یہ تمام عذر قبول' لیکن براہِ کرم یہ تو بتلادیں کہ پھر علمائے نجد کو کافر قرار دینے والی کتابیں آپ کے مکتبوں سے کیوں برابر شائع ہورہی ہیں؟ کیوں اس کی تقسیم اب بھی برابر عمل میں لائی جارہی ہے

؟ اگر واقعی آپ کے دلوں میں علمائے نجد کے لئے وہی مقام ہے جو آپ کے بزرگوں کے دلوں میں تھا' تو پھر یہ دورنگی کیوں؟ بصد ادب واحترام ہم آپ سے یہی گذارش کریں گے:

دورنگی چھوڑ دے اک رنگ ہوجا سراسر موم ہوجا یا سنگ ہوجا

اس مکتبِ فکر پر بھی یہ بات واضح ہوجانی چاہیئے کہ علمائے نجد وحجاز اور خود مملکتِ سعودیہ کا مسلک کتاب وسنت کی اتباع ہے' تقلیدِ أئمہ کرام نہیں' جسے ہم نہیں بلکہ شیخ عبدالمحسن حمد العباد حفظہ اللہ نے سارے علمائے نجد وحجاز اور خود مملکتِ سعودیہ کے مؤسس شاہ عبدالعزیز عبدالرحمٰن الفیصل آلِ سعود رحمہ اللہ کے متعلق بدلائل ثابت کیا ہے' اس لئے عرض ہے کہ آئندہ علمائے نجد وحجاز کو مقلد ثابت کرنے کی بے سود کوششوں کو چھوڑ دیں' تاکہ کسی صاحبِ علم کو آپ کی اس متضاد کوششوں پر ہنسنے کا موقعہ نہ ملے۔

چونکہ یہ رفاعی صاحب کا رد ہے' اس لئے قارئین جو موصوف کی ''زبانِ گُہر بار'' کا مشاہدہ کرہی چکے ہیں اب شیخ عباد کی علمی سنجیدگی اور حلم ووقار کا بھی معائنہ فرمائیں' اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ کس کے ساتھ کتاب وسنت کے دلائل کا انبار ہے اور کون اس سے تہی دامن ہے؟ **فأي الفريقين أحق بالأمن إن كنتم تعلمون.**

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جو اس

کتاب کی تدوین میں میرے معاون بنے‘ سب سے پہلے برادرِ محترم حافظ محمد اسحاق صاحب حفظہ اللہ کا جنہوں نے ہر طرح کا علمی تعاون پیش کیا‘ اور برادرِ عزیز شیخ ظفر اللہ صاحب جامعی‘ ندوی سلّمہٗ اللہ کا جنہوں نے اس کتاب کی تہذیب میں بیش قدر حصہ لیا اور بالخصوص برادر عزیز ساجد عبد القیوم سلّمہٗ اللہ کا جنہوں نے اس کتاب کی ڈیزائننگ کی اور اپنے مؤقر ادارے اُحیاء ملٹی میڈیا سے اس کی طباعت کا اہتمام فرمایا‘ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ مؤلف‘ مترجم‘ معاونین اور ناشرین کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عام مسلمانوں کے لئے باعثِ ہدایت بنائے اور اس کی رحمت کے صدقے ایمان وعملِ صالح کی توفیق دے اور کلمہء لا إلہ إلا اللہ پر موت عطا فرمائے۔

ربّنا تقبّل منّا إنّک أنت السمیع العلیم ☆ وتب علینا إنّک أنت التّوّاب الرّحیم وصلّی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمد وعلی آله وأصحابه وأزواجه وأهل بیته أجمعین ومن تبعهم بإحسان إلی یوم الدین.

محمد انور محمد قاسم السّلفی

ص ب 54491۔ جلیب الشیوخ ۔الکویت

۲۲/ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق 11-9-2001

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام الأتمان والأكملان علی سید المرسلین وإمام المتقین ، نبینا محمد وعلی آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلی یوم الدین ، أما بعد .

میں نے ان اوراق کو دیکھا جنہیں استاذ یوسف ہاشم الرفاعی نے اپنے بھائیوں علماء نجد کو، بزعم خویش نصیحت تصور کرتے ہوئے روانہ کیا ہے‘ جس میں اس گناہ اور سرکشی پر اپنے اور اپنے معاونین کے ترکش کے سارے تیر خالی کردئے‘ ایسا لگتا ہے کہ انہیں اپنے ملک کویت میں اپنا کوئی معین ومددگار نہ مل سکا جس کی وجہ سے انہیں اپنے مقصد کے حصول کے لئے ملک شام میں ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی کی طرف متوجہ ہونا پڑا‘ تاکہ وہ ان کے اوراق کو (انٹرنیٹ پر) پیش کرکے کتاب وسنت کے حاملین اور اسلاف امت کے متبعین پر الزامات واتہامات کے گناہ میں ان کے شریک وسہیم ہوجائیں.

رفاعی کے اوراق پر کچھ تبصرہ سے پہلے میں چند ضروری امور کی طرف اشارہ کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

1۔ رفاعی نے اپنے زعم میں علماء نجد کے لئے نصیحت تصور کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت میں کتاب وسنت اور اسلاف امت کے ہر متبع کے لئے عام ہے۔

2۔ رفاعی نے علماء نجد پر چند ایسے امور کے متعلق تنقید کی ہے جو شرعاً بلکل برحق ہیں' لیکن اللہ تعالی نے ان پر عمل پیرا ہونے کی آنجناب کو توفیق نہیں عطا فرمائی۔ اللہ موصوف کو ہدایت عطا کرے اور انکے حال کو درست فرمائے۔

3۔ موصوف نے کچھ بدعات اور خرافات کا تذکرہ کرتے ہوئے علماء نجد وحجاز پر ان خرافات کو بجا نہ لانے پر عیب جوئی کی اور ان کو چھوڑنے اور ان سے بچنے کی انکی دعوت پر تنقید کی ہے۔

4۔ ان پر کچھ ایسے امور کے لئے تنقید کی ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ،وہ ان پر الزام وتہمت ہے اور وہ ان سے بری ہیں۔

5۔ انہوں نے کچھ ایسے امور کو جن کا مشاہدہ ایک یا دو افراد سے کیا انہی کے عموم میں تمام علماء نجد وحجاز کو ملالیا' تا کہ روزِ محشر انکے خلاف مدعیوں کی تعداد زیادہ ہو۔

6۔ موصوف نے اپنے دامنِ شفقت میں تمام گمراہ فرقوں حتی کہ مجرمین' جیسے جادوگر اور ہیروئین اور چرس وبھنگ کے اسمگلروں کو بھی جگہ دی ہے'

لیکن بخل سے کام لیا ہے تو صرف کتاب وسنت کے عاملین اور مسلک سلف کے متبعین کے ہی معاملے میں ،شاید آن محترم کی نظر میں نصیحت کے لائق اس طبقہ کے علاوہ دنیا میں اور کوئی موجود ہی نہیں۔

7۔ رفاعی نے اپنی تنقید میں مملکتِ سعودیہ کے حکام' قضاۃ' مفتیان' أئمہ اور خطباء کو بھی شامل کرلیا ہے اور یونیورسٹیوں میں داخلے اور دعاۃ کی تعیین وغیرہ امور پر بھی نقد وتبصرہ کیا ہے' جسے کسی ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ موصوف کے اس عمل نے مجھے امام یحی بن معین رحمہ اللہ کے وہ الفاظ یاد دلا دئے جو آپ نے ایک راوی کے متعلق فرمائے تھے: '' اپنے آپ کو خراب کرتا ہے اور ہر چیز میں دخل اندازی کی کوشش کرتا ہے''۔

8۔ رفاعی کے ان اوراق میں جو کچھ ہے'اس سے ڈاکٹر محمد سعید البوطی نے بھی اتفاق کیا ہے' جیسا کہ انھوں نے ان اوراق کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے' چونکہ رفاعی کی تردید' بوطی کی بھی تردید ہے' اسلئے بوطی کی تردید الگ سے ضروری نہیں۔

اب ہم موصوف کے اوراق اور انکے ذکر کردہ دلائل کا علمی مناقشہ کرتے ہیں:

علماء نجد کا مسلک کتاب وسنّت کی اتباع ھے

1 ۔رفاعی کہتے ہیں: ’’تمہارے اسلاف حنبلی المسلک تھے‘ امام احمد بن حنبل ۔رضی اللہ عنہ۔ کے مقلد ومتبع تھے،، پھر انہوں نے امام ابن تیمیہ وابن قیّم رحمہما اللہ سے ابتداء کرتے ہوئے حنابلہ کی ایک جماعت کا تذکرہ کیا جن میں ابن قُدا مہ المقدسی اور ابنِ ھبیرہ بھی شامل ہیں اور اس اعترض کا اختتام شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکی اولاد اور مفتی محمد بن ابراہیم وابنِ حمید ۔رحمہم اللہ اُجمعین ۔ پر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’لیکن آپ لوگوں نے اس مسلک کو چھوڑ دیا ہے اور اپنے آپ کو سلفی کہتے ہوئے صرف کتاب وسنت کے پابند ہوگئے‘‘۔

جواب = اس اعتراض کا جواب کئی پہلوؤں سے دیا جاسکتا ہے:

(1) موصوف نے ابن قدامہ ؒ اور ابن ھبیرۃ ؒ کو امام ابن تیمیہ ؒ وابن قیم ؒ اور ابن رجب ؒ کے بعد ذکر کیا ہے جب کہ وہ دونوں ان سے پہلے ہیں‘ اس لئے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی سن وفات ۷۲۸ھ ہے اور ابن قدامہ ؒ کی وفات ۶۲۰ھ کو ہوئی اور ابن ھبیرہ ؒ کی وفات تو ابن قدامہ ؒ سے پہلے ۵۶۰ھ کو ہوئی‘ معترض کو شاید یہ بھی پتہ نہیں کہ کون پہلے ہے اور کون بعد

میں۔

(2) معترض نے علمائے نجد کے متعلق یہ لکھا ہے کہ انہوں نے حنبلی مسلک کو چھوڑ دیا ہے‘ دراصل بات اس سے مختلف ہے کیونکہ انہوں نے فقہ حنبلی کو پڑھا اور پڑھایا ہے‘ شیخ عبدالعزیز بن باز ۔رحمہ اللہ ۔ریاض کے شریعت کالج میں الروض المربع شرح زاد المقنع پڑھاتے تھے اور میں بھی ان لوگوں میں شریک ہوں جنہوں نے شیخ موصوف سے یہ کتاب پڑھی‘ اور شیخ ابن عثیمین ۔رحمہ اللہ۔ زاد المستقنع پڑھاتے تھے جسکی شرح کئی جلدوں میں چھپ چکی ہے ۔انکے علاوہ کئی اور علماء ہیں‘ بلکہ خود معترض اور انکے علاوہ دیگر لوگ بھی سعودی ریڈیو قرآن سے شیخ صالح الفوزان کی شرح ’’زاد المستقنع ‘‘ اور شیخ عبدالرحمٰن الفریان کی شرح ’’ آداب المشی الی الصلوۃ للشیخ محمد بن عبد الوھاب رحمہ اللہ‘‘ سنتے رہتے ہیں۔ اس طرح علمائے نجد نے حنبلی مسلک کو نہیں بلکہ اس مسلک کے لئے تعصب کو ضرور چھوڑ دیا ہے‘ جب وہ اپنے مسلک کے خلاف کوئی صحیح دلیل پاتے ہیں تو وہ دلیل کی اتباع کرتے ہیں‘ اسی طرح امام ابن تیمیہ وابن قیم اور ابن رجب ۔رحمہم اللہ۔ جنہیں معترض نے حنابلہ میں شمار کیا ہے‘ انہوں نے بھی حنبلی مسلک کو پڑھا اور پڑھایا اور کتب فقہ حنبلیہ سے استفادہ کیا ہے‘ لیکن جب کوئی واضح دلیل مسلک کے خلاف آئی تو انہوں نے دلیل

کی پیروی کی۔

(3) یہی وہ مسلک ہے جس پر کتاب وسنت کے دلائل کا التزام کرنے والے حنبلی علماء گامزن ہیں اور اسی کے تمام مسلک کے اہلِ انصاف پیرو ہیں، جس کے دلائل انکی کتابوں میں بے شمار ہیں:

☆ حافظ ابن حجر۔رحمہ اللہ۔اصبغؒ کا قول نقل کرتے ہیں: ''حضر میں موزوں پر مسح رسول اللہ ﷺ اور کبار صحابہ سے ثابت ہے لھذا ہم اس کے بر خلاف امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی پیروی کرنے کے مکلّف نہیں''۔ (فتح الباری:۱/۳۰۶)

☆ مالکیہ برتن میں کتے کے منہ ڈالنے سے اسے دھونے میں ترتیب کے قائل نہیں، قرافیؒ جو مالکی ہیں فرماتے ہیں: ''اس تعلق سے کئی صحیح احادیث وارد ہیں، ہمیں ان (مالکیہ) پر تعجب ہے کہ وہ اس کے کیوں قائل نہیں؟ ۔(فتح الباری:۱/۲۷۶)

☆اسی طرح حافظ ابن حجر نے ابن العربیؒ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: '' مالکیہ کہتے ہیں کہ غائبانہ نمازِ جنازہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھی۔ہم کہتے ہیں کہ جس پر آپ ﷺ نے عمل کیا اس پر امت بھی عمل کرے گی اِلّا یہ کہ خصوصیت کی کوئی دلیل ہو۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ:'' رسول اللہ ﷺ کے لئے زمین لپیٹ دی گئی تھی اور (شاہِ حبش حضرت

اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ، کا) جنازہ آپ کے سامنے لایا گیا''۔ہم کہیں گے: ''ہمارا رب اس پر قادر ہے اور ہمارے رسول ﷺ اس کے اہل ہیں کہ آپ کے لئے زمین لپیٹ دی جائے، لیکن یہ بتاؤ کہ یہ بات کونسی روایت میں آئی ہوئی ہے؟ بات کرو تو صحیح احادیث سے کرو، اپنے جانب سے اختراع نہ کرو، ضعیف احادیث کو چھوڑ دو، کیونکہ وہ ایسے نقصان کا راستہ ہے جسکی تلافی ناممکن ہے۔ (فتح الباری:۳/۱۸۹۔نیز دیکھئے: نیل الأوطار للشوکانیؒ:۴/۵۴)

☆ امام ابن کثیرؒ صلوۃ وسطی کی تعیین کے متعلق فرماتے ہیں: ''احادیث سے یہ ثابت ہے کہ صلوۃ وسطی نمازِ عصر ہے، اس لئے تعیین میں اسی کی طرف جانا پڑے گا''۔ پھر آپ نے امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا کہ'' میرا قول اگر رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو تو میری تقلید نہ کرو کیونکہ حدیثِ رسول ﷺ افضل ہے''۔نیز فرمایا:'' جب کوئی صحیح حدیث میرے قول کے خلاف ہو میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور اسی حدیث کا اقرار کرتا ہوں''۔امام ابن کثیرؒ امام شافعیؒ کے ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ آپ کی سیادت اور امانت ہے، اسی طرح آپ کے دیگر اخوان (أئمہ ثلاثہ) تھے۔رحمہم اللہ ورضی عنہم أجمعین، آمین۔'' اسی سے قاضی ماوردیؒ نے قطعی طور پر کہا کہ امام شافعی کا مسلک صلاۃ وسطی کے

متعلق یہی ہے کہ وہ نمازِ عصر ہے' کیونکہ اس بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں' اگر چہ انکا قول جدید یہ ہے کہ وہ نمازِ صبح ہے' اسی پر مسلکِ شافعی کے کئی محدثین نے ماوردیؒ کی موافقت کی ہے .وللہ الحمد.(ابن کثیر:۱/۲۹۴)

☆ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :''ابن خزیمہؒ دو رکعتوں کے بعد (تشہّد سے اٹھتے ہوئے) رفع الیدین کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ سنت ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے اگر چہ کہ امام شافعیؒ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا' اور آپ نے فرمادیا ہے :'' سنت کو لے لو اور میری بات چھوڑ دو'' ۔ (فتح الباری: ۲/۲۲۲) اسی طرح ابن خزیمہؒ کا یہ قول بھی حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے کہ :'' ایک عالمِ دین کے لئے سنت کو جاننے کے بعد اس کی مخالفت کرنا حرام ہے''۔(فتح الباری :۳/ ۹۵)

☆ امام بیہقیؒ '' معرفۃ'' میں ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا :'' یہ حدیث مروی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں) عورتیں عیدین تک کے لئے گھروں میں چھوڑ دی جاتی تھیں (یعنی انہیں عیدین میں ہی گھروں سے باہر عید گاہ لایا جاتا تھا) اگر یہ حدیث ثابت ہے تو میں بھی اسی کا فتوی دوں گا''۔امام بیہقی ؒ فرماتے ہیں :'' ہاں ! یہ ثابت ہے اور اسے ۔حدیثِ اُم عطیہ کو۔شیخین نے روایت کیا ہے' شافعیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ اسی کو مانیں''۔

☆ امام نوویؒ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنے کے متعلق علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :''امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق راہویہؒ 'اونٹ کے گوشت سے وضو کے قائل ہیں' پھر فرماتے ہیں کہ: یہی مسلک دلائل کے اعتبار سے قوی ہے ' کیونکہ اس کے متعلق حضرت جابر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی دو روایتیں آئی ہوئی ہیں' اگر چہ جمہور کا مسلک اس کے خلاف ہے''۔

☆ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت'' أمرت أن أقاتل الناس ......'' کی شرح میں مانعینِ زکوۃ کے متعلق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مباحثے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں : '' اس واقعے میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ کبھی کبھی بڑے بڑے صحابہ کرام سے بھی سنت مخفی رہتی ہے' اور ان کے خال خال لوگوں کو ہی اس کا پتہ رہتا ہے' اس لئے سنت کے موجود رہتے ہوئے اس کی مخالف آراء پر توجہ نہیں دی جاسکتی' اگر چہ وہ کتنی ہی قوی کیوں نہ ہوں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بات فلاں پر کیسے چھپی رہ سکتی ہے ۔(فتح الباری:۱/۷۲)

☆ اسی طرح قربانی کے جانور کو اِشعار (نشان زدہ) کرنے کے متعلق علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :'' جمہور سلف وخلف اس کے قائل ہیں لیکن امام طحاویؒ نے اس کے متعلق علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ

سے اس کی کراہت ذکر کی ہے' جب کہ انکے متبعین میں سے کچھ اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں' خود امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ: ''اِشعار اچھی چیز ہے''۔ (فتح الباری:۳/۵۴۴)

☆ اہل سنت میں سے جو کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں وہ ائمہء اربعہ کے متبعین سے بھی زیادہ باسعادت ہیں کیونکہ یہ لوگ ائمہء اربعہ کی وصیت کو نافذ کرنے والے ہیں۔ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''جو شخص علماء کے اقوال کو کتاب وسنت کے نصوص پر پیش کرکے جو انکے مخالف ہیں انہیں چھوڑ دیتا ہے وہ ائمہ کرام کا گستاخ نہیں بلکہ ان کا پیرو ہے' کیونکہ تمام نے یہی حکم دیا ہے' ان کا حقیقی پیرو وہی ہے جو انکی وصیت پر عمل کرتا ہے نہ کہ وہ جو انکی وصیت کی مخالفت کرتا ہے' انکی مخالفت اس قول میں جس کے خلاف حدیث آئی ہوئی ہے زیادہ آسان ہے اس سے کہ ان کی مخالفت اس قاعدہء کُلیہ میں کی جائے جس کا انہوں نے حکم دیا اور اپنے اقوال پر دلائل کو مقدم رکھنے کی دعوت دی۔ یہیں سے کسی عالم کی ہر بات میں تقلید کرنے اور اس کے فہم اور نورِ علم سے روشنی حاصل کرنے میں فرق واضح ہوجائے گا' مقلد امام کی بات پر غور وخوض کئے بغیر اور بغیر کتاب وسنت کی دلیل طلب کئے اسے لے لے گا' بلکہ اسے ایک رسی کے مانند گردن میں ڈال لے گا

اور اسی سے بندھا رہ جائے گا' اور اسی لئے اس کے عمل کو تقلید کہا جاتا ہے کہ وہ اسے گردن کا قلادہ بنالیتا ہے۔ برخلاف اس شخص کے جو رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کے لئے امام کے نورِ علم وفہم سے روشنی حاصل کرتا ہے' اور اسے آپ ﷺ تک پہنچنے کے لئے ایک رہنمائی حیثیت دیتا ہے اور جب وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جاتا ہے تو دوسروں کے دلائل سے استدلال کرنے سے بے نیاز ہوجاتا ہے' چنانچہ جس نے قبلہ جاننے کے لئے ستارے کو دلیل بنایا جب اس کے لئے قبلہ واضح ہوجائے تو پھر ستارے کو دلیل بنانے کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی''۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ جس شخص پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث واضح ہوگئی' اُسے حدیث کو کسی کے قول کی بنا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

☆ بے شک اہلِ سنت وہی ہیں جو دلیل اور ائمہ کرام کی وصیت پر عمل کرتے ہیں' انہیں میں علماء نجد بھی ہیں جنہیں نصیحت کرنے کا آنجناب کو شوق چرّایا ہے' ہم اَئمہ کرام کی اصولِ دین میں موافقت کرتے ہیں اور فروع میں انکی فقہ سے استفادہ کرتے ہیں' برخلاف ان لوگوں کے جو ائمہ کرام کی تقلید میں تعصب سے کام لیتے ہیں لیکن عقائد کے معاملے میں اپنے ہی ائمہ کی مخالفت کرتے ہوئے ابوالحسن اشعریؒ یا ابومنصور ماتریدیؒ کی اتباع کرتے ہیں اور صرف فروع میں اپنے ائمہ کی اتباع کرتے ہیں۔

دلائل الخیرات کی سعودیہ میں پابندی کی وجوہات

2 ۔معترض نے جزولی کی کتاب ''دلائل الخیرات'' کے سعودیہ میں داخلہ پر پابندی کے متعلق تنقید کی ہے۔

جواب = اس کا جواب یہ ہے کہ دلائل الخیرات بہت سے بدعتی درود وسلام پر مشتمل ہے اور اس میں غلو بھی پایا جاتا ہے' صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے جو الفاظ آئے ہوئے ہیں وہ امت کے لئے بہت کافی اور بدعتی درود وسلام سے انہیں مستغنی کرنے والے ہیں۔ بے شک احادیثِ شریفہ میں مروی درود وسلام ، جنہیں صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم اجمعین نے پڑھا یہی صحیح اور درست ہیں اور اس پر عمل کرنے کا فائدہ ثابت اور عمل نہ کرنے کا نقصان بھی وافر ہے' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدی ' عضوا عليها با لنو ا جذ ' واياكم ومحدثات الأمور ' فإن كل محدثة بدعة ' و كل بدعة ضلالة** ''۔(**أبوداؤد .ترمذی . حديث صحيح عن أبی هر يرة**ؓ)

اے لوگو! تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ نیک خلفاء کی

سنت کو لازم پکڑو' اسے اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو' اور (دین میں) نئے نئے کاموں سے بچتے رہو' کیونکہ (دین میں) ہر نئی چیز بدعت' اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

☆ کتاب ''دلائل الخیرات'' بہت سی موضوع احادیث اور حد سے بڑھے ہوئے غلو پر مشتمل ہے' جو نہ اللہ تعالی کو اور نہ ہی اس کے رسول جناب محمد ﷺ کو پسند ہے' اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو کرنا سلف صالحین کا منہج نہیں ہے۔ شیخ محمد خضر' شنقیطیؒ کی کتاب ''**مشتهی الخارف الجانی فی رد زلقات التجانی الجانی**'' میں فرماتے ہیں: ''لوگ محبت میں غلو کو پسند کرتے ہیں اس لئے وہ ہمیشہ ایسی کتابوں میں رغبت دکھاتے ہیں جو'' دلائل الخیرات'' اور اس جیسی کتابوں میں درج ہیں اور ان مسنون درود وسلام سے بے رغبتی برتتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہیں''۔

☆ دلائل الخیرات میں درود کی مکروہ کیفیات مروی ہیں' جن میں مؤلف کا یہ قول بھی ہے: ''اے اللہ! محمد ﷺ وآلِ محمد پر رحمتیں نازل فرما یہاں تک کہ رحمتیں ختم ہوجائیں ' محمد ﷺ وآلِ محمد پر برکتیں نازل فرما یہاں تک کہ برکتیں ختم ہوجائیں' اور محمد ﷺ وآلِ محمد پر سلامتی نازل فرما یہاں تک کہ سلامتی ختم ہوجائے۔

مؤلف کا یہ کہنا: ''یہاں تک کہ رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ختم ہو جائے'' غایت درجہ بُری اور باطل بات ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی کے یہ افعال کبھی ختم نہیں ہوتے، اور یہ بات جزولی کیسے کہہ سکتے ہیں کہ رحمت ختم ہو جائے، جب کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ میری رحمت ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے۔

☆ جزولی کہتے ہیں: ''اے اللہ ہمارے سردار محمد ﷺ پر رحمتیں فرما جو تیرے نور کے سمندر، تیرے اسرار کے معدن (کان) تیری حجت کی زبان، تیری بادشاہت کے دولہا، تیرے حاضرین کے امام، تیری سلطنت کا دستور اور تیری رحمت کا خزانہ ....انسانِ عین الوجود اور جو تمام موجود کے سبب ہیں۔ (ص/۷۱)

☆ کہتے ہیں: ''اے اللہ ان پر رحمتیں فرما جن کے نور سے پھول کھلتے ہیں، جن کے وضو سے درختوں کو سرسبزی حاصل ہوئی، جن کے نور سے تمام انوار بہہ پڑے''۔ (ص/۶۴)

☆ کہتے ہیں: ''اے اللہ محمد ﷺ وآلِ محمد پر اتنی رحمتیں نازل فرما جتنا کہ کبوتروں نے گایا، کبوتریوں نے انڈے دیئے، چوپائے چلے، تعویذوں نے فائدہ پہنچایا، عمامے باندھے گئے، اور سونے والے سوئے۔ ۱۴۴۔۱۴۵

جزولی کا یہ کہنا ''تعویذوں نے فائدہ پہنچایا'' تعویذیں باندھنے کی رغبت

اور حرص دلانا ہے، جب کہ رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا، اور فرمایا: ''**من علق تميمة فلا اتم الله له**'' (**رواه أحمد عن عقبة بن عامر**) جس نے تعویذ باندھا اللہ اس کے مقصد کو پورا نہ کرے۔

یہ جزولی کے کچھ درود وسلام ہیں جو تکلّف، تصنع اور غلو سے پُر ہیں، جو خود جناب محمد ﷺ کو بھی سخت ناپسندیدہ ہیں، جنہوں نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی کہ: ''**لاتطرونی كما أطرت النصارى إبن مريم ، إنما أنا عبد فقولوا عبد الله ورسوله**''۔ (**بخاری ومسلم**) مجھے اتنا نہ بڑھاؤ جتنا کہ نصاری نے عیسی بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا، بے شک میں بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔

☆ اس میں بے شمار موضوع روایات بھی وارد ہیں:

1۔ آپ علیہ السلام سے مروی ہے: ''جو میرے حق کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے مجھ پر درود بھیجتا ہے، اللہ اس درود سے ایک فرشتہ کو پیدا کرتا ہے (جو اتنا بڑا ہوگا کہ) اس کا ایک پر مشرق اور دوسرا مغرب میں ہوگا، اس کے پیر ساتویں زمین میں دھنسے ہوئے ہونگے اور گردن عرش کے نیچے ہوگی، اللہ تعالی اس سے فرمائے گا: ''تو میرے بندے کے لئے ایسی ہی رحمت کی دعا کر جیسا کہ اس نے میرے نبی ﷺ کے لئے کی تھی'' وہ فرشتہ قیامت تک اس کے حق میں رحمت کی دعائیں کرتا رہے گا''۔ (۱۵)

2۔ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو بندہ مجھ پر درود بھیجتا ہے' وہ درود تیزی سے اس کے منہ سے نکلتا ہے' ہر سمندر' خشکی' مشرق ومغرب میں گھومتا ہوا کہتا ہے ''میں فلاں ابنِ فلاں کا درود ہوں' جو اس نے محمد ﷺ پر بھیجا ہے' پھر ہر چیز اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتی ہے' اور اللہ اس کے درود سے ایک پرندے کو پیدا کرتا ہے' جسکے ستر ہزار پر ہونگے' ہر پر میں ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ایک منہ اور ہر منہ میں ایک زبان ہوگی جو اللہ تعالی کی ستر ہزار زبانوں میں تسبیح بیان کرے گی اور اللہ تعالی اس کا ثواب درود پڑھنے والے کے نامہء اعمال میں لکھے گا۔

یہ دلائل الخیرات کی دو احادیث ہیں' جن پر علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ کی ''المنار المنیف'' میں لکھی ہوئی یہ بات صادق آتی ہے: ''موضوع احادیث میں' تاریکی' رکاکت اور بے ڈھب الفاظ کی کثرت ان کے موضوع ہونے کا کھلا اعلان ہیں''۔

پھر اسکی کچھ مثالیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ حدیث ایسی خرافات پر مشتمل ہوگی جن کا صدور رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارکہ سے محال ہے' اور یہ موضوع روایات میں عام ہے' جیسا کہ ایک موضوع روایت کے الفاظ ہیں: ''جو شخص **لا إله إلاّ الله** کہتا ہے' اللہ اس کلمہ سے ایک پرندے کو پیدا کرتا ہے جس میں ستر ہزار زبانیں

ہونگی اور ہر زبان ستر ہزار زبانوں میں اس کہنے والے کے لئے دعائے مغفرت کرے گی' اور جو شخص فلاں عمل کرے گا جنت میں ستر ہزار شہر دیا جائے گا اور ہر شہر میں ستر ہزار محل ہونگے اور ہر محل میں ستر ہزار حوریں ہونگی'' وغیرہ۔ اس طرح کی جامد خرافات گھڑنے والے کی درج ذیل دو میں سے کوئی حالت ضرور ہوگی ' 1۔ وہ نہایت درجہ جاہل اور احمق ہوگا۔
2۔ یا وہ زندیق ہوگا جو آپ ﷺ کی جانب اس طرح کی خرافات منسوب کرکے آپ کی شان میں گستاخی کرنا چاہتا ہے۔

☆ یہ بات واضح ہے کہ اس طرح کی جھوٹی اور من گھڑت احادیث' رسول اکرم ﷺ کو دئے گئے جوامع الکلم سے یکسر متضاد ہیں' آپ کے جوامع الکلم میں: '' **إنما الأعمال بالنيات ' وإنمالكل امرىء ما نوى** '' (**بخاری**) (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اسکی نیت ہے) ''**دع ما يريبك إلى مالا يريبك** '' (**صحيح ' رواه الترمذی**) (شک کو چھوڑ دو اور یقین کو لے لو) '' **الدين النصيحة ' قالوا : لمن يارسول الله؟ قال : لله ' ولكتابه 'ولرسوله 'ولأئمة المسلمين وعامتهم** '' (**مسلم**) دین خیرخواہی کا نام ہے' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کس کی خیرخواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی' اس کی کتاب' اس کے رسول' مسلم حکمرانوں اور عام لوگوں کی)

حکمرانوں کو نصیحت مگر کس انداز میں؟

3۔رفاعی کہتے ہیں: '' آپ لوگوں نے مسلمانوں کی جانب سے انکے حکمرانوں کی خیر خواہی کا دروازہ پہلے تنگ کیا اور پھر مقفل ہی کر دیا' جب کہ وہ وعظ اور خیر خواہی کے سخت محتاج تھے اور جس نے انکی خیر خواہی کی آپ حضرات نے اس کے گناہ گار ہونے کا فتوی صادر کر دیا اور اس سے دشمنی کی' اللہ کی رحمتیں ہوں جناب محمد ﷺ پر جنہوں نے کہ فرمایا:'' دین خیر خواہی کا نام ہے' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ! کس کی خیر خواہی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی' اس کی کتاب' اس کے رسول' مسلم حکمرانوں اور عام لوگوں کی''۔

جواب = حکمرانوں کے لئے نصیحت اس وقت مفید ہوگی جب کہ وہ علاحدگی میں' نرمی اور محبت سے ہو' اللہ تعالی نے اپنے دو نبی حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام سے فرمایا: ﴿اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ☆ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ (طٰہٰ : 43/44) تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے' اس سے نرمی سے گفتگو کرنا شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إن الرفق لایکون فی شیء إلاّ زانه ' ولا ینزع من شیء إلاّ شانه'' نرمی جس چیز میں ہوگی اس کو اچھا کر دے گی اور جس چیز سے نکل جائے گی اسے برا کر دے گی۔(مسلم)

لیکن جب نصیحت علاحدگی میں اور نرمی سے نہ ہو بلکہ علانیہ ہو' بجائے سُودمند ہونے کے ضرر رساں ہوگی' جس کسی میں کوئی نقص ہو تو واجب ہے کہ اسے تنہائی میں نرمی سے نصیحت کی جائے' ناصح کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں سے ایسا ہی سلوک کرے جس طرح کہ وہ لوگوں سے اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' فمن أحب أن یزحزح عن النار ویدخل الجنة فلتأته منیته وهو یؤمن بالله والیوم الآخر ' ولیأت إلی الناس الذی یحب أن یؤتی إلیه''۔جو شخص دوزخ سے بچنا اور جنت میں جانا چاہتا ہے اسکی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں سے وہ سلوک کرتا ہو جس سلوک کا وہ خود لوگوں سے متمنی ہو۔

مذکورہ طریقے سے نصیحت کرنا مشروع ہے' اور اسی سے فائدہ ہوگا' اس سے

کوئی منع بھی نہیں کرتا اور نہ ہی منع کیا جاسکتا ہے' کیونکہ وہ سرّی معاملہ ہے' جناب رفاعی کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ علماء نجد نے حکمرانوں کی خیر خواہی سے منع کیا ہے؟ یا آنجناب نے اپنے وطن' کویت کے حکمرانوں کو نصیحت کرنی چاہی ہو اور علماء نجد نے انہیں اس سے روکا ہو؟ **هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين ؟**

اگر ناصح اپنی طرف سے نصیحتیں لکھ کر اور لوگوں سے دستخط کروا کر ریڈیو لندن کو بھیج دے اور وہاں سے نصیحتیں نشر ہونے لگیں (جیسا کہ خود رفاعی نے کیا) تو ایسی نصیحت کو خیر خواہی ہرگز نہیں کہا جاسکتا اور اسے غلط قرار دینے والوں پر کوئی نکیر نہیں کی جاسکتی۔ علماء نجد اور اسی طرح مملکتِ سعودیہ کے علماء اور طلبہ اپنے اور دیگر اسلامی ملکوں کے حکمرانوں کو' پہلے مشروع طریقے سے نصیحت کرتے رہتے ہیں' دوسرے طریقے سے نہیں۔

امیرِ کویت کو نصیحت

اس بارے میں ہم رفاعی کو مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ آج سے دس سال قبل (یہ تحریر ۲۰۰۰ء کی ہے) جب عراقی حکمران نے کویت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا اور اس وقت کویت کی جلا وطن حکومت طائف میں قائم تھی اس وقت راقم الحروف نے امیرِ کویت کو مندرجہ ذیل خط تحریر کیا تھا:

''کویتی حکومت اور عوام پر ۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو' گناہ گار' مجرم' بعثی

عراقی حکمران صدام حسین کی سرکردگی میں جو ظلم کا پہاڑ ٹوٹا' اس سے جو ہلاکت' خونریزی' عصمت دری' ڈاکہ زنی اور جلاوطنی ہوئی وہ یقیناً ایک بڑی مصیبت اور عظیم حادثہ تھا' جس نے ہر مسلمان کو پریشان اور ہر دردمند عقل مند انسان کو غمگین کر دیا اور اس دشمن کی پُر خطر چُھری کو واضح کر دیا جو اب تک دوست بن کر بغل میں چھپائے ہوئے تھا' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مظلوم کی مدد فرمائے اور ظالم کو تباہ کرے' کویت کو اس کا امن اور سلامتی لوٹائے اور اہلِ کویت کو سالم اور غانم انکے وطن کو لوٹائے۔

جنابِ والا پر یہ بات پوشیدہ نہیں' کیونکہ آنجناب قرآن پڑھتے ہیں' کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مصائب اور حادثات کے اسباب اور نعمت کا حصول' اسکی بقاء اور دشمنوں پر فتح یابی کے ساتھ حکمرانی کے اسباب بھی بیان کر دئے ہیں' جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ (شوری: 30) تم پر جو بھی مصیبت آئی ہے وہ تمہارے (بُرے) کرتوت کی وجہ سے آئی ہے اور اللہ بہت سے (گناہوں) سے درگذر کر جاتا ہے۔ پھر ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾ (الرعد: 11) اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اوصاف کو نہیں بدل لیتی۔ نیز فرمان ہے: ﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ

تَنصُرُوا اللّٰہَ یَنصُرُکُمۡ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ ﴾ (محمد: 7) اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۔ نیز فرمان ہے: ﴿ وَلَیَنصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنصُرُہٗ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ☆ اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰھُمۡ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَآتَوُا الزَّکَاۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَھَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴾ (الحج: 40/41) اللہ اس شخص کی مدد ضرور کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے، بے شک اللہ طاقتور اور زبردست ہے (یہ وہ لوگ ہیں) جنہیں اگر ہم نے زمین میں حکمرانی عطا کی تو وہ نماز قائم کریں گے، زکاۃ دیں گے اور نیکی کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور اللہ کے ہی ہاتھ میں تمام کاموں کے انجام ہیں۔

اللہ نعمتوں سے بھی آزماتے ہیں اور آزمائشوں سے بھی، جیسا کہ فرمان ہے: ﴿ وَنَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً وَاِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴾ (الأنبیاء: 35) اور ہم تمہیں اچھے اور برے حالات میں مبتلا کر کے آزمائش کر رہے ہیں اور تمہیں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے

یہ عظیم مصیبت جو کویت پر آئی ہوئی ہے اس کے باشندوں کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے ابتلاء و آزمائش ہے، اس میں ان کے لئے اور دوسروں کے لئے بھی عبرت اور نصیحت ہے، تا کہ ہر عقل مند دنیا اور

آخرت کی سعادت کے اسباب پر غور وخوض کرے، دنیا اور آخرت کی سعادت کے اسباب کو لے اور اس تک پہنچانے والے راستوں پر چلے اور اس راستے سے بچے جو اسے اللہ کے غضب اور اسکی سزا تک پہنچائے اور یہ حقیقت ہے کہ وہ اسباب، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین پر عمل کرنا اور ان کے منع کئے ہوئے کاموں سے رُک جانا اور اللہ کی شریعت کو لازم پکڑنا ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سلسلے میں سب سے بڑی ذمہ داری مسلم حکمرانوں کی ہے جنہیں اللہ تعالی کے حکم اور توفیق سے اپنے ممالک پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو لاگو کرنا اور انسانوں کے بنائے ہوئے پست قوانین کو چھوڑ دینا ممکن ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس عراقی فتنہ کا خاتمہ بالخیر کرے۔

لیکن آزمائش کے ختم ہونے کے بعد کیا کیا جائے؟ آپ اور کویتی قوم کی بھلائی اسی میں ہے کہ مصیبت کے گذر جانے اور ظالم کے ناکام ہو جانے کے بعد اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے آپ شریعت کی حاکمیت کے لئے عزمِ مصمم کرلیں اور آزمائش کے اختتام کے بعد کویت کا نقشہ وہ ہو، جو پہلے نہیں تھا اور یہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو لازم پکڑنے سے ہی ہوتا ہے۔

آج سے تیرہ سال پہلے جب آپ امیر کویت بنائے گئے راقم السطور

نے مندرجہ ذیل خط آپکی خدمت میں بھیجا تھا' جس میں اپنے ملک کے لئے آپ کی واجبات کی یاد دہانی کرائی تھی' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ غم کو دور کرے اور فتنہ کی جڑ کاٹ دے اور دنیا و آخرت کے بھلے انجام کی آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محولہ بالا خط جو ۲/۲/ ۱۳۹۸ھ کو لکھا گیا تھا وہ یہ ہے:

''جناب والا کو یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص کسی مسلم ملک کی سربراہی حاصل کرتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے اپنے عہدے کی ذمہ داری کی وفا اور ہمارے سلف صالح حکمرانوں کی اقتداء کرتے ہوئے' اللہ کی شریعت قائم کرے اور اس کے حدود کی پاسداری کرے اور یہی مسلمانوں کی دنیوی سعادت اور آخرت کی کامیابی کا واحد علاج ہے' مسلمانوں کو جب بھی اپنے دشمنوں سے کوئی مصیبت پہنچی تو صرف اپنے رب کی ہدایت سے اعراض اور صراطِ مستقیم سے ہٹ کر دوسرے راستوں کی پیروی کا نتیجہ تھی' وہ اس وقت ایسے حکمرانوں کے سخت محتاج ہیں جو انہیں رب کے راستے پر پھر سے گامزن کریں اور انہیں اس کے احکام کی اتباع اور اسکی نواہی سے بچنے کی ترغیب دیں اور انکی شریعت سے ان پر حکمرانی کریں اور اقوامِ عالم میں انکے شرف اور عزت کو دوبارہ لوٹائیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ (البقرۃ: 143) اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ رہیں۔

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (آلِ عمران: 110) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے لائی گئی ہو' تم لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

جنابِ والا! آپ کی دانشمندی' حکمت اور بصیرت سے یہ توقع بجا کی جاسکتی ہے کہ آپ کے عہد میں کویتی عوام کو زندگی کے ہر میدان میں کتاب وسنت پر عمل کر کے کامیابی اور کامرانی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا والی اور محافظ ہو اور وہ آپ کی ان کاموں میں مدد کرے جس میں اسکے دین اور بندوں کی بھلائی ہو' بے شک وہ سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

پہلا خط جو کہ میں نے کسی حاکمِ وقت کو لکھا وہ شاہ فیصلؒ تھے' میں نے انہیں ۱۳۸۲/۱۰/۲ھ کو خط لکھا اور انہوں نے پندرہ دن کے اندر اس کا جواب دے دیا۔

المدینة النبویة یا المدینة المنورة ؟

4۔ رفاعی کہتے ہیں: ''خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ۔ جزاہ اللہ خیرا ۔ کے حکم سے جو قرآن مجید شائع کئے گئے ان کا نام مصحف المدینة المنورة کے بجائے مصحف المدینة النبویة رکھا گیا ہے' گویا آپ لوگ نہیں مانتے کہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت اور رسالت سے مدینہ مبارکہ روشن ہوا اور ساری دنیا منور ہوئی۔

جواب = کتاب وسنت میں مدینہ کا نام آیا ہوا ہے' اس کی صفت کے طور پر نہ ''منورہ '' آیا ہوا ہے اور نہ ''نبویہ ''۔ جب لفظِ مدینہ کہا جائے تو اس سے مراد شہر رسول ﷺ ہی ہوگا' جیسا کہ ابن عقیل شرح الفیہ ابن مالک میں فرماتے ہیں: ''الف اور لام کی اقسام میں یہ بھی ہے کہ وہ غلبہ کے لئے آتے ہیں جیسے ''المدینة'' ''الکتاب ''۔ حق تو یہ کہ ہر شہر کو مدینہ کہا جائے اور ہر کتاب کو الکتاب' لیکن غلبہ کی وجہ سے ''المدینة '' صرف مدینۃ الرسول ﷺ اور ''الکتاب'' سیبویہ ۔ رحمہ اللہ ۔ کی کتاب کے لئے خاص ہوگیا ہے' اس طرح کہ جب یہ الفاظ کہے جائیں تو سوائے ان دونوں کے اور کسی کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا ۔ پھر علمائے متقدمین

نے ''المدینة'' کی صفت کے طور پر ''النبویة''لگانا شروع کیا' جیسا کہ امام ابن کثیرؒ نے البدایة والنهایة (۱۰/ ۲۶۲) میں اور اپنی تفسیر (۱۴۳/۴) میں اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۱/ ۵۶۹ ۔ ۵/ ۸۸' ۱۲۸' ۶۲۳ ۔ ۷/ ۱۹۸ ۔ ۱۱/ ۲۵۰' ۲۶۲ ۔ ۱۳/ ۱۰۱) میں لکھا ہے۔

آخری دور میں المدینۃ کے صفت کے طور پر ''المنورہ '' لگایا جانے لگا' اس میں کوئی شک نہیں کہ مدینہ اور ساری روئے زمین رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی وجہ سے نورِ ہدایت سے منور ہوئی اور قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کو ''سراجِ منیر '' (روشن چراغ) اور ''نور '' کہا ہے' سلف صالحین کے متبع اہلِ سنت کے پاس نور سے مراد نورِ ہدایت ہے' لیکن اہلِ بدعت ''نور '' سے مراد نورِ ہدایت نہیں لیتے' بلکہ اس سے بدعات اور خرافات کی دعوت دیتے ہیں' اگر متقدمین کی اصطلاح کے مطابق اگر المدینة کو ''المدینة النبویة'' لکھا جائے یا متأخرین کی اصطلاح میں ''المدینة المنورة '' اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور رفاعی کا علمائے نجد پر یہ اعتراض بالکل مہمل ہے' بالخصوص جب کہ ''المدینة النبویة '' سے محمد الرسول اللہ ﷺ کی جانب نسبت کی جارہی ہو اور اس پر علمائے متقدمین کا بھی عمل رہا ہو۔

مسجد حرام اور مسجدِ نبوی کے امور کی کمیٹی کا نام؟

5۔ رفاعی کہتے ہیں: ''جو کمیٹی حرمین شریفین کے امور کی نگرانی کرتی ہے' آپ لوگ اس کا نام ''**رئاسة الحرم المکی والمسجد النبوی الشریف** '' رکھنے پر اصرار کرتے ہو' ''**الحرم النبوی الشریف**'' نہیں کہتے' کیا رسول اللہ ﷺ کی مسجد حرم نہیں ہے؟ وہ کیوں؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے سارے مدینے کو حرم قرار دیا ہے۔ (پھر موصوف نے مدینہ منورہ کے حرم ہونے پر دو احادیث ذکر کیا)

جواب = مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امور کی ذمہ دار کمیٹی کا نام شروع دن سے ہی ''**الرئاسة العامة لشئوون الحرمین الشریفین** '' رکھا گیا ہے پھر یہ نام '' **الرئاسة العامة لشئوون المسجد الحرام والمسجد النبوی** '' سے بدلا گیا' یہی اس کا نام رہے گا' مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جو زم زم کا ٹھنڈا پانی رکھا جاتا ہے اس کے گیالنوں اور دونوں مساجد کے عمال کے کپڑوں پر بھی یہی نام لکھا گیا ہے' بلکہ جو شخص الرئاسة کو فون کرے گا اس کے امورِ بدالہ کی کیسیٹ سے یہی نام سنے گا۔

رفاعی نے حرمین شریفین پر نگران کمیٹی کا جو نام '' **رئاسة الحرم المکی والمسجد النبوی الشریف** '' ذکر کیا ہے اس کا کوئی وجود نہیں ' **ذلک مبلغهم من العلم** ۔ آنجناب کو بس اعتراض سے مطلب ہے' جب اس نام کا کوئی ادارہ ہی نہیں تو پھر اس پر اعتراض اور اصرار کیوں؟

تمام اہلِ سنت ان تمام احادیث پر ایمان رکھتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مدینہ کو حرم قرار دینے سے متعلق وارد ہیں' حرم مدنی میں سب سے افضل بقعہ مسجد نبوی ﷺ ہے' اس لئے کہ اس میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ہزار نمازیں ادا کرنے سے زیادہ افضل ہے' سوائے مسجد الحرام کے۔ لیکن مسجد نبوی کو حرم کہنا' اسی طرح مسجد اقصی کو ثالث الحرمین کہنا بھی ایک عام غلطی ہے' اس لئے کہ حرم صرف دو ہی ہیں اور وہ ہیں مکہ اور مدینہ' تیسرا کوئی حرم نہیں ہے' مسجد اقصی کے لئے ''ثالث الحرمین' کے بجائے'' **ثالث المسجدین** '' کی تعبیر زیادہ صحیح ہے۔

کیا سابق قبلہ کی جانب کوئی علامت ضروری ہے؟

6۔رفاعی فرماتے ہیں : ”آپ لوگوں نے مسجد القبلتین میں قبلہء اولیٰ (مسجدِ اقصیٰ) کو بتلانے کے لئے کوئی علامت نہیں لگائی۔

جواب = مجھے کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثبوت نہیں ملا کہ جس وقت تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا تو رسول اللہ ﷺ بنوسلمہ کی اس مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے، جسے مسجد القبلتین کہا جاتا ہے، بلکہ اس کو ابن سعد نے واقدی سے صیغہء تمریض ”ویقال“ (اور کہا جاتا ہے) سے ذکر کیا ہے، ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

واقدی کے متعلق حافظ ابن حجرؒ ”التقریب“ میں لکھتے ہیں: ”وسعتِ علم کے باوجود وہ متروک ہے“۔ اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو اس میں اس مسجد کی کوئی فضیلت نہیں، کیونکہ فضیلت اسی وقت ثابت ہوگی جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی دلیل ہو، جیسا کہ مسجد نبوی اور مسجد قبا کی فضیلت میں احادیث آئی ہوئی ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ مسجد بناتے وقت مسجدِ اقصیٰ کی طرف ایک

علامت ایجاد کرنے سے رفاعی کی مراد کیا ہے؟ کیا وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح مسجد حرام کی طرف محراب ہے اسی طرح کا ایک محراب بیت المقدس کی طرف بھی بنایا جائے؟ اگر یہ کیا جائے تو پھر لوگوں کے لئے ایک فتنہ ہوجائے گا اور وہ لاعلمی میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا شروع کردیں گے، اب جب کہ وہاں بیت المقدس کی طرف محراب نہیں ہے پھر بھی کچھ لوگ ۱۴۲۰ھ کے حج میں بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے ہوئے پائے گئے۔

چند سال پہلے جب کہ میں مسجدِ نبوی میں درس دے رہا تھا ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ: ”اس نے مسجد قبلتین میں کچھ لوگوں کو قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے انفرادی طور پر نماز پڑھتے دیکھا تو اس نے بھی اسی جانب رُخ کرکے دو رکعت نماز پڑھ لی“۔

یہ وہ نتیجہ ہے جو رفاعی کی خواہش کی تکمیل پر مرتب ہوگا جب کہ منسوخ قبلہ کی جانب کوئی علامت بنادی جائے، اور اللہ ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔

کسی مسلمان کو کافر کہنے کا مسئلہ

7۔ رفاعی کا کہنا ہے: ''وہ مؤحد مسلمان جو آپ کے ساتھ نماز پڑھتے روزہ رکھتے' زکوۃ دیتے اور بیت اللہ کا حج کرتے اور دہرا دہرا کر تلبیہ (لبیک أللھم لبیک' لبیک لاشریک لک لبیک' إن الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک) کہتے ہیں' انہیں مشرک کہنا شرعاً جائز نہیں' جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں اور نشرات میں لکھا جاتا ہے' جیسا کہ حجِ اکبر کے دن منٰی کی مسجد خیف میں حُجاج اور عام مسلمانوں کی عید کے دن آپ کا خطیب اس کی جسارت کرتا ہے اور اسی طرح مسجد حرام میں عید الفطر کے دن مختلف افتراء ات سے اہلِ مکہ اور عمرہ کرنے والوں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے' اس کام سے رُک جاؤ' اللہ آپ لوگوں کو ہدایت دے۔

مسلمانوں کو رنج پہنچانا حرام ہے' بالخصوص اہلِ حرمین کو' اور اس تعلق سے کئی صحیح احادیث آئی ہوئی ہیں۔

تم نے صوفیاء کو کافر ٹھہرایا' پھر اشاعرہ کو کافر گردانا' أئمہء اربعہ کی تقلید کا انکار کیا اور اسے برا جانا' جب کہ أئمہء اربعہ کے مقلدین

مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی نمائندگی کرتے ہیں اور خود تمہاری مملکت کا قانون (جسے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بنایا ہے) مذاہبِ اربعہ کے اعتماد پر دلالت کرتا ہے۔ اس لے اس سے رک جاؤ' اللہ تمہیں ہدایت دے۔

جواب = علماء نجد کے متعلق رفاعی کا یہ فرمانا کہ وہ مسلمانوں کو مشرک اور تمام صوفیاء اور اشاعرہ کو کافر قرار دیتے ہیں' علماء نجد پر بہتان ہے اور وہ اس سے بَری ہیں' ان کا عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے' وہ اسی کو کافر کہتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے کافر کہا ہے' ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی بھی گناہ سے کافر نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ وہ اس گناہ کو جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہو' حلال نہ سمجھے۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں: ا۔ بدعتِ مکفّرہ: وہ بدعت جو مسلمان کو کافر بنا دیتی ہے' جیسے مُردوں' جِنّوں اور فرشتوں وغیرہ سے مدد مانگنا اور حاجتیں طلب کرنا اور ان سے مصیبتیں ٹالنے کی التجائیں کرنا۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ إِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ﴾ (النمل :62) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اس کو پکارے اور اس کی مصیبت کو ٹالتا ہے اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کے جانشیں بناتا ہے' کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی معبودِ برحق ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم

نصیحت حاصل کرتے ہو۔

۲۔ بدعت مُفَسِّقہ = وہ بدعت جو مسلمان کو فاسق اور بدعمل بنا دیتی ہے، جیسے مردہ بزرگوں اور فرشتوں کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنا وغیرہ۔ مذموم صوفیاء جن کی فکر میں رفاعی گھلے جا رہے ہیں، وہ اہلِ بدعت ہیں، ان میں بہت سے بدعت مکفرہ کے مرتکب ہیں جیسے ابن عربی وغیرہ اور کچھ بدعت مفسقہ کے۔

2۔رفاعی کو علماء نجد وحجاز کی جن کتابوں اور مسجد حرام کے جن خطبوں پر اعتراض ہے، وہ شرک سے بچنے اور اللہ کے لئے تمام عبادتوں کو خالص کرنے کی دعوت پر مشتمل ہیں اور یہی تمام انبیاء ورسل کی دعوت تھی، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الأنبياء:25) ہم نے آپ سے پہلے جس رسول کو بھی بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ بے شک میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اس لئے تم میری ہی عبادت کرو۔ فرمانِ باری ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36) ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (ہر وہ چیز جو اللہ کے سوا پوجی جائے) سے بچو۔

حرمین اور ہر جگہ کے مسلمان مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے خطبے ریڈیو

اور ٹی وی کے ذریعے سنتے اور دیکھتے ہیں، ان سے انہیں کوئی دکھ اور رنج نہیں ہوتا، بلکہ ان خطبوں سے انہیں دل کا سرور اور ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ حق وہدایت کی دعوت ہے جسے محمد ﷺ لے کر آئے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ رفاعی اور انکی نہج پر چلنے والوں کو ہدایت عطا فرمائے تاکہ وہ حق کو حق جان کر اسکی اتباع کریں اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے بچیں۔

تقلید اور علمائے نجد وحجاز

3۔علمائے نجد پر رفاعی کا یہ اعتراض کہ وہ ''أئمہء اربعہ کی تقلید کا انکار کرتے اور برا سمجھتے ہیں'' غلط ہے' اس لئے کہ جس کے پاس کتاب وسنت کے دلائل کی معرفت ہو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ دلیل پر عمل کرے' جیسا کہ امامِ شافعی فرماتے ہیں: ''تمام علماء کا اجماع ہے کہ جس پر سنتِ رسول ﷺ سے کوئی دلیل واضح ہو چکی ہو اس کے لئے دلیل کو کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں ہے۔''

امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں کہ: ''کسی عالم کے لئے حرام ہے کہ وہ سنت کو جاننے کے بعد اس کی مخالفت کرے۔'' (فتح الباری: ۳/۹۵) دو رکعتوں سے پہلے تشہد کے بعد اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرنے کے متعلق فرماتے ہیں: ''وہ سنت ہے اگر چہ کہ شافعی نے اسے ذکر نہیں کیا' اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا: ''سنت کو لے لو اور میرا قول چھوڑ دو''۔ (فتح الباری: ۲/۲۲۲) لیکن عام آدمی کے لئے تقلید جائز ہے' اس لئے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ جتنی استطاعت ہے اتنا اللہ سے ڈرو۔ (یہ قول محلِ نظر ہے' جیسا کہ تفصیل آگے

آرہی ہے)

شیخ الإسلام إمام إبن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''علمائے اہلِ سنت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ أئمہء أربعہ کا اجماع حجتِ معصومہ ہے اور نہ ہی کسی نے یہ کہا ہے کہ حق انہیں میں محصور ہے اور جو ان چاروں سے باہر ہے وہ باطل ہے' بلکہ ان علماء میں سے جو أئمہء اربعہ کے متبعین میں سے نہیں ہیں جیسے سفیان ثوری' اوزاعی' لیث بن سعد اور ان سے پہلے کے مجتہدین' کوئی ایسی بات کہیں جو أئمہء اربعہ کی مخالفِ سنت بات کے خلاف ہو' تو قولِ راجح وہی ہوگا جس کے ساتھ دلیل ہو۔

(منہاج السنۃ: ۳/۴۱۲)

ہمارے شیخ' شیخ الإسلام علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ' أئمہ اربعہ کی تقلید کے متعلق فرماتے ہیں کہ: صابونی نے تقلید أئمہ کو واجباتِ دین میں سے ایک اہم واجب قرار دیا ہے' جب کہ اس طرح کا اطلاق غلط ہے' أئمہء اربعہ یا ان کے علاوہ اور کسی کی تقلید کرنا واجب نہیں' چاہے اس کا علم کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو' اس لئے کہ حق کتاب وسنت کی اتباع میں ہے نہ کہ کسی آدمی کی تقلید میں' زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ کبھی ضرورت پڑنے پر (جب کہ اس معاملے پر کتاب وسنت سے دلیل نہ ہو' وقتی طور پر) ایسے کسی عالم کی تقلید جائز قرار دی جاسکتی ہے جو اپنے علم وفضل اور عقیدہ کی

استقامت کے لئے مشہور ہے، جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب اِعلام الموقعین میں فرماتے ہیں: ''اسی لئے أئمہء کرام رحمہم اللہ اسی بات پر راضی تھے کہ انکی وہی بات لی جائے جو کتاب وسنت کے موافق ہو، امام مالک رحمہ اللہ قبرِ رسول ﷺ کی اشارہ کرکے فرماتے: '' **کل یؤخذ ویرد إلاّ صاحب هذا القبر** '' ہرایک کی بات لی اور چھوڑی جاسکتی ہے، سوائے اس صاحبِ قبر ﷺ کے'' اور اسی طرح کے اقوال دیگر أئمہ کرام نے بھی کہی ہیں''۔

جو شخص کتاب وسنت سے دلائل حاصل کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہ کرے اور حالتِ اختلاف میں اس قول کو لے جو سب سے زیادہ حق سے قریب ہو، جو اس کی قدرت نہیں رکھتا اس کے لئے مشروع ہے کہ وہ اہلِ علم سے فتوی پوچھے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ﴾ (مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ ۳/۵۲)

علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر أضواء البیان میں فرماتے ہیں: ''اہلِ علم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ضرورت کے کچھ خاص حالات ہیں جو ایسے احکام کو واجب کرتے ہیں جو اختیار کے احکام کے علاوہ ہیں، جس کسی مسلمان کو کوئی ضرورت حقیقی معنوں میں مجبور

کردے تو وہ اپنی سہولت کے مطابق عمل کرے۔

پھر فرماتے ہیں: ''اسی طرح اگر کوئی اندھی تقلید کے لئے حقیقی معنوں میں مجبور ہوجائے اس طرح کہ اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، وہ اس طرح کہ اس کے پاس سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، یا سمجھنے کی صلاحیت ہے لیکن کچھ زبردست رکاوٹیں اسے علم سیکھنے سے روکی ہوئی ہیں، یا وہ ابھی طالب علم ہے اور وہ اپنی ضرورت بھر کا علم آنِ واحد میں حاصل نہیں کرسکتا، یا وہ کوئی عالم نہیں پاتا کہ اس سے علم حاصل کرے اور اسی طرح کے لوگ مذکورہ تقلید کے لئے معذور ہیں، کیونکہ ان کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں۔ لیکن جو تعلیم حاصل کرنے پر قادر ہے لیکن اس معاملے میں کوتاہی برتتا ہے، یا علمِ وحی پر شخصی آراء کو مقدم رکھتا ہے تو ایسا شخص ہرگز معذور نہیں ہے۔

پھر فرماتے ہیں: ''ائمہء اربعہ۔ رحمہم اللہ۔ اور انکے علاوہ دیگر ائمہ کے متعلق ہمارا موقف وہی ہے جو تمام انصاف پسند مسلمانوں کا ہے، یعنی انکے علم وتقوی کی وجہ سے ان سے محبت کرنا اور انکی تعظیم وتکریم کرنا اور انکی تعریفیں کرنا اور کتاب وسنت پر عمل کے بارے میں انکی اتباع کرنا اور کتاب وسنت کو انکی آراء پر مقدم رکھنا اور حق کی تلاش میں درک حاصل کرنے لئے انکے اقوال کو سیکھنا اور انکے اقوال میں جو کتاب وسنت کے

موافق نہیں ہیں انہیں چھوڑنا ۔ جن مسائل میں کوئی نص نہیں ہے تو حق یہ ہے کہ ان مسائل میں انکے اجتہادات پر غور کیا جائے اور ہوسکتا ہے کہ انکے اجتہادات پر عمل کرنے والے خود ہمارے اپنے اجتہادات سے کہیں زیادہ ٹھیک ہوں' اس لئے کہ یہ ائمہء کرام ہم سے زیادہ علم اور تقوی والے تھے' ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے اجتہاد کے معاملے میں اللہ تعالی کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے محتاط اور اشتباہ سے دور اقوال کو لیں' فرمانِ رسالت مآب ﷺ ''**دع ما یریبک إلی ما لایریبک**'' (**صحیح ' رواہ الترمذی**) (شک کو چھوڑ کر یقین کو پکڑ لو) ونیز'' **فمن اتقی الشبہات فقد إستبرأ لدینہ وعرضہ**'' (**متفق علیہ**) (جو شبہات سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزّت کو بچالیا) کو ملحوظِ خاطر رکھیں ۔

☆ ائمہء دین کے بارے میں قولِ فیصل یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے بہترین افراد میں سے ہیں' لیکن غلطی اور چوک سے معصوم نہیں ہیں' انہوں نے جو کچھ صحیح اور ٹھیک کہا اس پر انہیں دُگنا ثواب (اجتہاد اور ٹھیک کہنے کا) ملے گا ' اور جس میں ان سے چوک ہوئی اس پر انہیں اجتہاد کا ثواب تو ضرور ملے گا اور اس معاملے میں انہیں کوئی عیب یا نقص اور مذمت لاحق نہیں ہوگی' لیکن کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ' ان پر اور ان کے اقوال پر حاکم ہے محکوم نہیں' جیسا کہ یہ کسی پر مخفی نہیں ۔

فلا تغل فی شیء من الأمر واقتصد

کلا طرفی قصد الأمور ذمیم

کسی بھی معاملے میں غلو سے کام نہ لو' درمیانی راہ چلو' کیونکہ معاملے کے دونوں پہلو (غلو اور خلو) کا قصد کرنا برا ہے ۔

اس لئے ضروری ہے کہ نہ انکی مذمت اور تنقیص کرنے والوں میں بنیں اور نہ ہی اس کا اعتقاد رکھنے والوں میں کہ انکے اقوال کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے بے نیاز کرنے والے' یا ان پر مقدم ہیں ۔

☆ یہ علمائے محققین کے تقلید کے متعلق کچھ اقوال تھے' نہ تو اس میں ائمہء دین کا انکار ہے اور نہ ہی انہیں برا بھلا کہنا' جیسا کہ رفاعی کا دعوی ہے' بلکہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ ......جن سے رفاعی اور بوطی دیرینہ کینہ رکھتے ہیں ...... ابو غدّہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :'' طالب علم سے کتاب وسنت کی جو فقہ چھوٹ جائے اسے حاصل کرنے کے لئے ائمہ کی جانب رجوع کرنا شرعا بہت ضروری ہے' اس لئے کہ جس چیز کے بغیر واجب پورا نہیں ہوتا وہ بھی واجب ہے' یہی سلف وخلف کا طریقہ رہا ہے وہ ایک دوسرے سے علم حاصل کرتے تھے' لیکن خلف (الّا ما شاء اللہ) نے اس معاملے میں سلف کی مخالفت کی اور انہوں نے اس وسیلہ کو مقصد بنالیا اور ہر مسلمان پر واجب قرار دیا کہ وہ ائمہء اربعہ میں سے کسی ایک کی اس

طرح تقلید کرے کہ اپنے امام کے علاوہ اور کسی کی طرف رجوع نہ کرے، جیسا کہ ایک مقلد ابوغدہ کہتا ہے: ''ہر ایک کے لئے چاہیے وہ کتاب وسنت کے علم وفقہ میں کتنے ہی اعلیٰ مقام کا حامل ہو، ان چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجب ہے''۔

☆ یہ وہ باتیں تھیں جو علامہ البانی نے مذاہب کے متعصبین کے متعلق کہیں

☆ شیخ احمد الصاوی نے جلالین کے اپنے حاشیہ میں اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ ﴾ سے غلط مفہوم سمجھا ہے اور اس پر باطل ترین حکم وضع کیا ہے، جس کا رد ہمارے شیخ علامہ محمد امین شنقیطیؒ نے اپنی تفسیر اضواء البیان میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَقْفَالُهَا ﴾ کے ضمن میں کیا ہے، فرماتے ہیں: ''صاوی کی باطل بات اور کیا ہی بُری بات ہے جو اس نے کہی کہ ''مذاہبِ اربعہ کے علاوہ اور کسی مذہب کی پیروی ناجائز ہے، اگر چہ کہ وہ اقوال صحابہ اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق بھی کیوں نہ ہو، جو شخص مذاہبِ اربعہ سے باہر ہے وہ گمراہ، گمراہ گر ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا یہ عمل اسے کفر تک پہنچائے، اس لئے کہ ظاہر کتاب وسنت کو لینا اصولِ کفر میں سے ہے''۔ یہ صاوی کا سب سے باطل اور بدترین قول ہے، اگر کوئی اس سے بھی بدتر بات جو کسی مسلمان کی طرف منسوب ہو، تلاش

کرے گا تو اس سے بھی بری اور کوئی نہیں پائے گا اور اسی کے نتیجہ میں اس نے تفسیر بالرائے لکھی اور اللہ تعالیٰ سے ہم حفظ وامان طلب کرتے ہیں۔''

☆ شاہ عبد العزیز آل سعود رحمہ اللہ، سلف صالحین کے منہج پر تھے، ائمہءِ اربعہ کی توقیر واحترام کرتے تھے، کتاب وسنت کے دلائل پر عامل تھے، خود فرماتے ہیں: ''ہم نے امام محمد بن عبد الوہابؒ وغیرہ کی اتباع صرف انہی اقوال میں کی ہے جنہیں کتاب وسنت کی تائید حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میرے آباء واجداد کو کتاب وسنت کے معلّم ومبشّر بنایا ہے جس پر کہ سلف صالحین عمل پیرا تھے جب ہم مذاہبِ اربعہ میں سے کسی مذہب میں کوئی مضبوط دلیل پاتے ہیں تو اسی کو لے لیتے ہیں اور جب ہم کوئی قوی دلیل کسی مذہب میں نہیں پاتے تو امام احمد بن حنبل کے قول کو لیتے ہیں۔

(تاریخ البلاد العربیۃ السعودیۃ: مصنّف: منیر العجلانی ۱/ ۲۲۹)

مردوں اور عورتوں کے درمیان آڑ رکھنا کیا بدعت ہے؟

8۔ رفاعی فرماتے ہیں: آپ لوگ حدیث شریف کا یہ جملہ" وكل بدعة ضلالة" بغیر سمجھے دوسروں پر نکیر کرنے کے لئے دُہرا دُہرا کر کہتے ہیں، جب کہ آپ لوگ خود ہی سنت نبوی کے مخالف اعمال کے مرتکب ہیں اور اس کو نہ برا سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسے بدعت میں شمار کرتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

ا۔ آپ لوگ مسجد نبوی میں مردوں اور عورتوں کے درمیان آڑ رکھتے ہیں اور یہ سخت بدعت ہے جو رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کے زمانہ میں نہیں تھی، زمانۂ نبوی میں امام کے پیچھے مردوں کی صفیں رہتی تھیں اور مردوں کے پیچھے بچوں کی اور پھر عورتوں کی اور تمام رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بغیر کسی آڑ کے نماز پڑھتے تھے۔

جواب: اس کا جواب کئی طرح دیا جائے گا:

ا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ اس امت میں اختلاف ہوگا اور وہ بہت شدید

ہوگا، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:" **فمن يعش منكم من بعدي فسيرى إختلافا كثيرا**" میرے بعد جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا" پھر آپ ﷺ نے اس اختلاف کے پائے جانے کی صورت میں بہترین راستے اور صحیح منہج کی طرف رہنمائی فرمائی اور وہ سنت کی اتباع اور بدعات سے اجتناب ہے، فرمایا:"**عليكم بسنّتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديّين، تمسّكوا بها وعضّوا عليها بالنواجذ، إيّاكم ومحدثات الأمور فإنّ كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة**" (أبوداؤد. ترمذی. **بسند صحيح**) تم پر ضروری ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ نیک خلفاء کی سنت کو تھام لو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور نئے نئے (دین میں) کاموں سے بچتے رہو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ آپ ﷺ نے سنتوں کی ترغیب یہ کہہ کر دلائی ہے" تم میری سنت اور میرے ....کو لازم پکڑو" اور بدعات سے یہ کہہ کر ڈرایا کہ" نئے نئے کاموں (دین میں) سے بچتے رہو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

اور اسی طرح حدیث میں ہے کہ " **ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة، كلّها في النار إلاّ واحدة، قالوا من هي يارسول الله؟ قال: من كان ما أنا عليه اليوم وأصحابي**" (أبو داؤد:

کتاب السنّة .إبن ماجة :کتاب الفتن باب إفتراق الأمم)

یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، تمام دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے، صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ! وہ کونسی جماعت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''جو اس طریقے پر ہو جس پر آج، میں اور میرے صحابہ ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ امت محمدیہ فرقوں میں بٹ جائے گی اور وہی جماعت عذابِ دوزخ سے بچ سکے گی جو اس راہ پر گامزن ہو جس پر آپ اور صحابہ کرام گامزن تھے اور وہ وہی لوگ ہیں جو کتاب وسنت اور سلف امت کے نقشِ قدم کے پیروکار ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**لن یصلح آخر هذ االأمة إلاّ بما صلح به أولها**'' اس امت کا آخری طبقہ بھی اسی سے درست ہوگا جس سے امت کا پہلا طبقہ درست ہوا تھا''۔

امام محمد بن نصر المروزی نے کتاب السنة میں حضرت عبداللہ بن عمر کی صحیح حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:''**کل بدعةضلالة وإن رآها الناس حسنة** ،، ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ کہ لوگ اس کو اچھا تصور کریں
امام شاطبیؒ نے الأعتصام (۱/ ۲۸) میں ابن الماجشون سے ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ''میں نے امام مالکؒ کو فرماتے ہوئے سنا: '' **من إبتدع في**

الإسلام بدعة یراها حسنة ، فقد زعم أنّ محمدا خان الرسالة ، لأنّ الله یقول ﴿ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ ﴾ **فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا** '' جو اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے جسے لوگ اچھا تصور کریں تو اس نے اس بات کا دعوی کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے رسالت میں خیانت (معاذ اللہ) کی، اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ ﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کردیا، جو اُس دن دین نہیں تھا وہ آج دین کا حصّہ نہیں بن سکتا''۔

ابو عثمان النیسابوری کہتے ہیں: ''جس نے اپنے آپ پر قولاً وعملاً سنت کو حاکم بنایا تو وہ حکمت کی بات کہے گا، جس نے قولاً وفعلاً اپنے آپ کو خواہشات کا پابند بنایا وہ بدعت کی بات کہے گا''۔(حلیة الأولیاء : ۱۰/۲۴۴)

سہل بن عبداللہ التستری فرماتے ہیں: ''جس نے علمِ نبوت میں کوئی بات اپنے طرف سے ایجاد کی اس سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا، اگر وہ سنت کے موافق ہے تو سلامتی میں رہے گا ورنہ نہیں''۔ (فتح الباری : ۱۳/۲۹۰)

اس لئے رسول اللہ ﷺ کے قول ''**و کل بدعة ضلالة**'' کی صحیح فہم یہی ہے کہ لفظ کو اس کے عموم پر باقی رکھا جائے اور جو بھی اللہ کے دین

میں نئی چیز ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحیح فرمان کی وجہ سے وہ اسی شخص پر لوٹائی جائے گی جو اسے لے کر آیا ہے ''من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد''(متفق علیه) جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہے جو اس میں نہیں تو وہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں مردود ہے'' اور صحیح مسلم میں ہے''من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد'' جو ایسا کام کرتا ہے جس کے متعلق ہمارا کوئی حکم نہیں وہ کام اللہ تعالی کے ہاں مردود ہے''۔

یہ کہنا کہ بدعت میں بدعتِ حسنہ بھی ہے'' صحیح نہیں ہے'اس لئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے قول'' وکل بدعة ضلالة'' ہر بدعت گمراہی ہے' کے مخالف ہے' جیسا کہ اسکی توضیح میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور امام مالکؒ وغیرہ کا کلام گذر چکا ہے۔

جو شخص رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان''من سنّ فی الإسلام سنّة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها''(رواہ مسلم) جس نے اسلام میں کوئی اچھی راہ نکالی اس کو اس ثواب بھی ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی'' سے بدعت حسنہ کا ثبوت پیش کرتا ہے تو وہ سراسر باطل پر ہے' کیونکہ اس کا سیاق خیر میں نمونہ کے لئے ہے' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی' ایک انصاری صحابی کھجور کی ایک

بڑی تھیلی لے کر آئے' انہیں دیکھ کر لوگوں نے بھی انکی اتباع کیا تو اس وقت آپ علیہ السلام نے یہ فرمایا۔

۲۔اس سے زیادہ تعجب اور کیا ہوگا کہ جس چیز میں عورتوں کے لئے پردہ اور مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی نگاہوں سے حفاظت ہوتی ہے اس کو بھی رفاعی بدعت شمار کرنے لگے' جب کہ صحیحین میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:''ما ترکت بعدی فتنة أضر علی الرجال من النساء''میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ اورکوئی نہیں چھوڑا''.

☆ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' خیر صفوف الرجال أوّلها ' وشرّها آخرها 'وخیر صفوف النساء آخرها وشرّها أوّلها '' مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین سب سے آخری ہے اور عورتوں کی سب سے آخری صف بہترین ہے اور سب سے پہلی بدترین ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کی نماز کے آداب کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:''کان رسول الله ﷺ لیصلّی الصبح فینصرف النساء متلفّعات بمروطهن ما یُعرفن من الغلس'' رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے اور عورتیں اپنی اپنی

چادروں میں لپٹی ہوئیں نماز سے لوٹ جاتیں' لیکن اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں ۔(متفق علیہ)

☆ صحیح بخاری میں اُم سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ '' **أنّ النّساء فی عھد رسول اللہ ﷺ کن إذا سلّمن قمن ' وثبت رسول اللہ ﷺ ومن صلّی من الرّجال ما شاء اللہ ' فإذا قام رسول اللہ ﷺ قام الرّجال** '' عورتیں زمانہء نبوی میں جب سلام پھیرتیں تو فورا چلی جاتیں اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ جن مردوں نے نماز پڑھی' تھوڑی دیر رک جاتے' جب آپ علیہ السلام اٹھتے تو مرد بھی اٹھ جاتے ۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ دونوں احادیث عورتوں کو مردوں سے دور رکھنے کی ترغیب دے رہی ہیں اور اس کے بعد کی دو حدیثیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عورتوں کی نماز کے آداب کی نشاندہی کر رہی ہیں' لیکن اس کے بعد عورتوں کا حال بدل گیا' یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : ''**لو أنّ رسول اللہ ﷺ رأی ما أحدث النّساء لمنعھن المسجد کما مُنعت نساء بنی إسرائیل** '' اگر رسول اللہ ﷺ دیکھتے کہ آج عورتوں نے (اپنے بناؤ وسنگھار کے لئے) کیا کیا ایجاد کرلیا ہے تو انہیں مسجد آنے سے ایسے ہی روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں

روک دی گئیں ۔

دورِ حاضر میں عورتوں کا حال بہت بدل گیا ہے ان میں بناؤ وسنگھار اور بے پردگی در آئی ہے' مردوں اور عورتوں کے لئے مکّہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پہنچنا آسان ہوگیا ہے اور مسجد حرام ومسجد نبوی کی بھی بہت زیادہ توسیع کی گئی ہے اور عورتیں ان دونوں مساجد میں مختلف ممالک سے آتی ہیں' انکے لئے مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کچھ جگہیں متعین کی گئی ہیں اور مردوں سے عدمِ اختلاط کے لئے آڑ لگائے گئے ہیں تو اس میں کونسی آیت اور حدیث مانع ہے؟ اور رفاعی کے لئے یہ کیسے جائز ہوگیا کہ وہ اسے بہت بڑی بدعت کہے؟ جب کہ رفاعی کا مضمون صاف اور واضح بدعات' جیسے مزاروں پر قبّوں کی تعمیر اور میلاد النبی کی بدعات سے بھرا ہوا ہے' یہ الگ بات ہے کہ موصوف انہیں بدعات میں شمار نہ کریں ۔

قبروں پر قبّوں کی تعمیر کتاب وسنت کی روشنی میں

9۔رفاعی نے قبروں پر قبّوں کی تعمیر کے لئے بڑا زور دیا ہے اور عیدروس کی تعریف کرتے ہوئے انہیں امامِ ربّانی 'حبیبِ عدنی اور عدن وحضرموت کی برکت' اور انکی قبر پر قبے کی تعمیر کو مبارک قرار دیا ہے۔

جواب = قبروں پر قبّوں اور درگاہوں کی تعمیر اور انہیں مساجد بنا لینے کی حرمت اور ان سے بچنے کی تاکید سے متعلق کئی احادیث مروی ہیں' اس لئے کہ یہ شرک کے وسائل میں سے ایک بڑا وسیلہ ہے' صحیح مسلم میں حضرت ابوالھیاج الأسدی سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں:" **قال لی علی بن أبی طالب ' ألا أبعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ؟ أن لا تدع تمثالا إلاّ طمسته ولاقبرا مشرفا إلاّ سوّیته** "مجھ سے حضرت علی بن اُبی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کیا میں تمہیں اس مہم پر روانہ کروں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے روانہ کیا تھا؟ وہ یہ کہ تم ہر مورت کو مٹادو اور ہر بلند قبر کو زمین کے برابر کردو"۔صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہوئے ہیں:"**ولا صورة إلاّ طمستها**

"یعنی ہر تصویر کو مٹادو۔

صحیحین میں حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں:"**لما نُزل برسول الله ﷺ طفق یطرح قمیصة له علی وجهه' فقال وهو کذلک : " لعنة الله علی الیهود و النصاری اتّخذوا قبور أنبیائهم مساجد یحذّر ما صنعوا** "جب رسول اللہ ﷺ پر حالتِ نزع طاری ہوئی تو آپ اپنی چادر مبارک کو بار بار اپنے چہرے سے ہٹاتے اور اسی حالت میں فرماتے:"یہود اور نصاری پر اللہ کی لعنت ہو' جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا" گویا آپ علیہ السلام ان کے اس عمل سے امت کو ڈرا رہے تھے۔

یہ حدیث تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ا۔یہود اور نصاری پر لعنت کی بد دعا۔۲۔لعنت کا سبب' وہ یہ کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔۳۔اس کو بیان کرنے کی غرض: یہ کہ امت کو اس گناہ میں پڑنے سے ڈرانا جس میں کہ یہود ونصاری گرفتار ہوئے اور لعنت کے مستحق ہوگئے

حضرت جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات پانے سے پانچ دن پہلے فرماتے ہوئے سنا:"**إنّی أبرأ إلی الله أن یکون لی منکم خلیلا ' فإنّ الله قد إتّخذنی خلیلا کما إتّخذ إبراهیم خلیلا ' ولو کنت متّخذا**

منکم خلیلا لأتّخذت أبابکر خلیلا ' ألا وإنّ من کان قبلکم کانوا یتّخذون قبور انبیائهم مساجد ' ألا فلا تتّخذوا القبور مساجد ' إنّی أنهاکم عن ذلک ". (مسلم : باب النهی عن بناء المساجد علی القبور . أبوعوانه ۱/۴۰۲.طبرانی : حدیث ۱۶۸۶) میں اللہ کی جناب میں اس بات سے برأت پیش کرتا ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی دوست ہو' کیونکہ اللہ تعالی نے مجھے اسی طرح اپنا دوست بنایا ہے جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنایا' اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے' خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنالیتے تھے' خبردار! قبروں کو مسجد نہ بنانا' میں تمہیں اس سے روکتا ہوں۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" قاتل الله الیهود ' إتّخذوا قبور أنبیائهم مسا جد " اللہ یہود کو تباہ کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔

صحیحین کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آپ علیہ السلام نے ایسے لوگوں کو" أولئک شِرار الخلق عند الله " اللہ کے پاس بدترین مخلوق قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ تمام صحیح احادیث قبروں کو مساجد بنانے سے

ڈرانے پر مشتمل ہیں اور بعض یہ بتلارہی ہیں کہ یہ باتیں آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے فرمائی ہیں اور بعض یہ خبر دے رہی ہیں کہ یہ باتیں آپ ﷺ نے عالمِ نزع میں فرمائیں۔ اور اس کام سے بچنے کی تاکید کئی صیغوں سے آئی ہوئی ہے۔۱۔ یہود ونصاری پر لعنت کی بددعا۔۲۔ ان کے حق میں ہلاکت کی بددعا۔۳۔ انہیں اللہ کے پاس بدترین مخلوق قرار دے کر۔۴۔ اور "لا" کے صیغے سے' جو نھی کے معنی میں آتا ہے" ألا فلا تتخذوا القبور مساجد " خبردار! قبروں کو مسجد نہ بنانا۔۵۔ اور نھی کے صیغے سے" إنّی أنهاکم عن ذلک " اور میں تمہیں اس سے روکتا ہوں ۔سے بھی آئی ہوئی ہے۔

اور قبروں کو مساجد بنالینے میں کسی قبر پر مسجد کی تعمیر بھی شامل ہے' جیسا کہ آپ علیہ السلام نے نصاری کے متعلق فرمایا: "أولئک إذا کان فیهم الرَّجل الصّالح فمات بنوا علی قبره مسجداً وصوّروا فیه تلک الصور أولئک شرار الخلق عند الله " جب ان میں کوئی نیک آدمی مرتا تو اسکی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں طرح طرح کی تصویریں لگاتے اور وہ لوگ اللہ کے پاس بدترین مخلوق ہیں"۔(متفق علیہ)

اور یہی نہی ان قبروں کا قصد کرنے اور انکی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کو بھی شامل ہے' جیسا کہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے: " لا تصلّوا

إلى القبور ولا تجلسوا عليها ‘‘ (مسلم :كتاب الجنائز ‘ باب النهى فى الجلوس على القبر . أبوداؤد : كتاب الجنائز‘ باب كراهية القعود على القبر‘عن ابى مرثد الغنوى رض) قبروں پر(مجاور بن کر) نہ بیٹھو اور انکی طرف منہ کرکے نماز نہ پڑھو۔ جب انکی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا ممنوع ہے تو پھر سجدہ بدرجہء اَولیٰ ممنوع ہے‘ کیونکہ یہ اس کی جانب سجدہ سے زیادہ خاص ہے۔

امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں عبداللہ بن لھیعہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ :’’ گھر میں دفن ہونا رسول اللہ ﷺ کے خصوصیات میں سے ایک ہے۔(۸/ ۲۷)

امام ابن کثیرؒ البدایۃ والنھایۃ میں سیدہ نفیسۃ بنت حسن بن زید القرشیۃ الھاشمیۃ (وفات ۲۰۸) کے حالاتِ زندگی میں ابن خلکان کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :’’ اہلِ مصر کا سیدہ نفیسہ پر بڑا اعتقاد ہے اب تو خصوصا مصری عوام نے انکے اور دیگر صالحین کے اس اعتقاد میں بڑا مبالغہ کردیا ہے‘ وہ انکے تعلق سے ایسی خرافات بکتے ہیں جو انہیں کفر وشرک تک پہنچا دیتی ہیں اور بہت سے ایسے الفاظ جنکے بارے میں انہیں پتہ ہونا چاہیئے کہ وہ ناجائز ہیں ....پھر امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :’’ سیدۃ نفیسہ کے تعلق سے جو اعتقاد رکھا جاتا ہے وہ ان جیسی نیک عورتوں کے

شایانِ شان نہیں‘ اور بت پرستی کی اصل قبور اور اہلِ قبور کے متعلق غلو ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے اور انہیں مٹانے کا حکم دیا اور کسی بھی انسان کے تعلق سے غلو کرنا حرام ہے۔ اور امام ابن کثیرؒ کی وفات ۷۷۴ھ میں ہوئی۔

علامہ شوکانیؒ (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے اس مسئلہ پر ایک مختصر اور مفید رسالہ لکھا ہے جس کا نام ’’ شرح الصدور بتحريم رفع القبور ‘‘ ہے‘ اس میں آپ فرماتے ہیں :’’ جان لو کہ صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر اب تک تمام سلف خلف‘ اول اور آخر لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے‘ قبروں کو بلند کرنا اور ان پر عمارتیں بنانا‘ ایسی بدعات میں سے ہے جس کے تعلق سے نہی اور انکے کرنے والوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی جانب سے لعنت اور سخت وعید آئی ہوئی ہے اور اس کی آج تک کسی مسلمان نے مخالفت نہیں کی‘ لیکن امام یحییٰ کے متعلق یہ بات نقل کی گئی ہے کہ :’’ علماء اور فضلاء کی قبروں پر گنبدوں کی تعمیر میں کوئی حرج نہیں ہے‘‘ ان کے علاوہ نہ تو کسی نے اس کو ذکر کیا اور نہ بیان کیا‘ بلکہ زیدیہ فرقہ کے جن علماء وفقہاء نے بھی یہ بات کہی تو انہوں نے امام یحییٰ کی اقتداء کرتے ہوئے ہی یہ بات کہی ہے‘ اس قول کے قائل نہ تو ان کے متقدمین ہیں اور نہ ہی انکے معاصرین اور نہ ہی ائمہء اہلِ بیت میں سے کسی نے یہ بات

کہی ہے ۔'' پھر امام شوکانی فرماتے ہیں :'' صاحب البحر'' جو زیدیہ فرقہ
کے بہت بڑے عالم' مرجع اور آپسی اختلافات کے فیصل ہیں' فرماتے ہیں
:'' ہم میں اور دوسروں میں وجہِ اختلاف علماء کی قبروں پر گنبدوں کی تعمیر
ہے اور اس کے جواز کا قول صرف امام یحییٰ کی جانب منسوب ہے' امام یحییٰ
کا فتوی اس بارے میں یہ ہے کہ' علماء اور بادشاہوں کی قبروں پر گنبدوں کی
تعمیر میں حرج نہیں ہے مسلمانوں کے اس پر عمل کرنے اور برا نہ سمجھنے کی وجہ
سے .... پھر امام شوکانیؒ فرماتے ہیں .... جب آپ یہ جان چکے
ہیں یہ اختلاف امام یحییٰ اور تمام صحابہ کرام' تابعین' متقدمین و متأخرینِ
اہلِ بیت' ائمہء اربعہ اور تمام سلف و خلفِ مجتہدین کے درمیان ہے' صرف
امام یحییٰ کی طرف انکے بعد آئے ہوئے علمائے زیدیہ کی جانب سے ایک
قول منسوب کر دینے کی وجہ سے وہ ناقابلِ اعتراض ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ
ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انکی طرف یہ قول منسوب کرنے والے اس
معاملے میں انکے مسلک پر عمل پیرا ہیں .... پھر فرماتے ہیں :'' اگر تم
جاننا چاہتے ہو کہ حق کیا ہے' کیا وہ ہے جو امام یحییٰ نے کہا' یا وہ ہے جسے
تمام اہلِ علم نے کہا تو اس اختلاف کو کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ ﷺ
پر پیش کرو' جس کا ہمیں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے .... پھر امام شوکانیؒ
نے اس موضوع پر مشتمل چند آیات اور احادیث جو قبروں پر مساجد بنانے

کی حرمت پر آئی ہوئی ہیں (جو گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہیں) ذکر
کرنے کے بعد فرماتے ہیں :'' اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ عمل اس کے
کرنے والوں کو شرک تک پہنچادیتا ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ سب
سے بڑا سبب جس سے مُردوں کے متعلق یہ اعتقاد پیدا ہوا اور جو شیطان
لوگوں کو مزین کر کے پیش کر رہا ہے' وہ قبروں کو بلند کرنا' ان پر چادریں
چڑھانا اور انکی تعمیر' تحسین اور تزئین ہے' جب کسی جاہل کی نظر کسی ایسی قبر
پر پڑتی ہے جس پر گنبد بنایا گیا ہو' وہ اس کے اندر بہترین چادروں کو چڑھا
ہوا' قمقموں کو جگمگاتا ہوا اور اس پر عُود بخور کی انگیٹھیاں سلگتی ہوئی دیکھتا ہے
تو بلا شبہ اس کا دل اُس قبر کی تعظیم سے بھر جاتا ہے اور صاحبِ قبر کے رتبہ
سے اس کا ذہن تنگ ہوجاتا ہے اور اسکے دل میں وہ رُعب اور ہیبت بیٹھ
جاتی ہے کہ جس سے اس کے دل میں شیطانی عقائد پیدا ہوتے ہیں جو کہ
مسلمانوں کے لئے شیطان کا عظیم مکر اور بندوں کو گمراہ کرنے کا بہت بڑا
وسیلہ ہیں' جس سے وہ آہستہ آہستہ اسلام سے پھسلنا شروع ہوجاتا ہے
یہاں تک کہ صاحبِ قبر سے ان چیزوں کو بھی مانگنا شروع کر دیتا ہے جس
پر صرف اللہ ہی قادر ہے' جس سے وہ مشرکوں میں شامل ہوجاتا ہے اور یہ
شرک اسے اُس قبر پر پہلی نظر ڈالنے سے ہی حاصل ہوجاتا ہے' جس کی کچھ
صفات اوپر بیان ہوئی ہیں' پہلی زیارت میں ہی اس کے دل میں یہ بات

گذرتی ہے کہ زندوں کی جانب سے مردوں کے لئے یہ تعظیم اور تکریم کسی دنیوی فائدے کی غرض کے لئے ہی ہوسکتی ہے' پھر جب وہ ایسے لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی شکل وشباہت سے علماء معلوم ہوتے ہیں کہ وہ اس قبر کی زیارت کررہے ہیں' اس کے سامنے تعظیم سے جھکے ہوئے ہیں اور بطورِ تبرک اس قبر کو چھورہے ہیں تو اس کا اعتقاد صاحبِ قبر پر اور زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے' شیطان اپنے انسانی بھائیوں کواس قبر پر کھڑا کردیتا ہے جو وہاں آنے والوں کو دھوکہ دیتے اور ان پر معاملے کو ہیبتناک بنا کر پیش کرتے اور اپنی طرف سے کچھ کام انجام دے کر اسے صاحبِ قبر کی طرف اس ہوشیاری سے منسوب کردیتے ہیں کہ عام غافل آدمی اسے محسوس نہیں کرتا اور جھوٹی جھوٹی من گھڑت داستانیں بنا کر صاحبِ قبر کی کرامات کے طور پر پیش کرتے ہیں اور ان جھوٹی داستانوں کولوگوں کی مجالس اور اجتماعات میں ذکر کرتے پھرتے ہیں' جسکی وجہ سے یہ داستانیں عام ہوتی ہیں اور خوش عقیدہ لوگ اسے قبول کرلیتے ہیں' پھر نادان لوگ مشرکانہ عقیدہ کی بڑی مصیبت میں گرفتار ہوجاتے ہیں' جسکی وجہ سے وہ اپنی محنت کی گاڑھی کمائی اور اپنی محبوب جائیدادیں اس صاحبِ قبر کے لئے بطورِ نذر اور اس سے حصولِ برکت اور عظیم ثواب کے لئے قربان کردیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا یہ کام صاحبِ قبر سے عظیم قُربت' فائدہ مند

اطاعت اور قبول ہونے والی نیکی ہے' اس سے ان شیطان کے بھائیوں کی مُراد برآتی ہے جو قبر کے مجاور بن کر وہاں رہتے ہیں اور وہ ان جھوٹی داستانوں کے ذریعے لوگوں کے پسندیدہ مال پر ہاتھ صاف کرجاتے ہیں اور اسی ملعون وسیلے اور ابلیسی آمدنی کے ذریعے قبروں کے لئے وقف جائیدادیں بہت ہوچکی ہیں' ان میں سے کچھ قبروں کے غلّوں میں اتنا مال جمع ہوتا ہے جس سے ایک بڑی مسلم بستی کو سال بھر کھانا کھلایا جاسکتا ہے' اگر یہ تمام باطل اوقاف کی جائیدادیں بکا دی جائیں تو اللہ تعالی اس کے ذریعے غرباء وفقراء کی ایک بہت بڑی جماعت کو مالا مال کرسکتا ہے' لیکن افسوس کہ یہ تمام نذریں اللہ کی معصیت میں ہورہی ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:"**لا نذر فی معصیة اللہ** " اللہ کی معصیت میں کوئی نذر نہیں۔اور یہ نذریں بھی ایسی ہیں جن میں اللہ کی رضا مطلوب نہیں' بلکہ یہ ان نذروں میں سے ایک ہے جس کا کرنے والا اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا مستحق ہوجاتا ہے' کیونکہ یہ کام اس کے کرنے والے کو مُردوں سے عقیدت میں گرفتار کرادیتا ہے اور اسکی تعظیم' تقدیس اور عقیدت میں وہ اپنے پسندیدہ مال سے بھی دست بردار ہونے کے لئے تیار ہوجاتا ہے' جس کی وجہ سے وہ اسلام کی طرف صحیح سالم نہیں لوٹ سکتا اور اس ذلّت سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: ''امام یحییٰ نے جس چیز (عام مسلمانوں کا اسے کرنا اور برا نہ سمجھنا) سے استدلال کیا ہے وہ مردود ہے، اسلئے کہ مسلم علماء اس کے کرنے والوں پر لعنت کی جو احادیث رسول اللہ ﷺ سے آئی ہوئی ہیں، بیان کرتے رہے ہیں اور ان روایتوں کو اپنے مدارس اور حفظ کی مجلسوں میں دور صحابہ سے لے کر اب تک برابر روایت کرتے رہے ہیں اور ان روایتوں کو محدّثین نے اپنی امہاتِ کتب، مصنّف اور مسند میں اور مفسّرین نے اپنی تفاسیر، فقہاء نے اپنی فقہی کتابوں اور مؤرخین، اپنی سیر وسوانح میں لاتے رہے ہیں تو پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اس کو برا نہیں سمجھا، جب کہ وہ نہی اور لعنت کے دلائل سلف سے لے کر خلف تک ہر زمانے میں روایت کرتے رہے ہیں اور اس کے علاوہ ہر زمانے کے علماء ہمیشہ اس پر نکیر کرتے اور اس سے سختی کے ساتھ روکتے رہے ہیں۔''

اس مسئلہ پر جو تحقیق اور وضاحت علامہ شوکانی نے اپنے رسالے میں کی ہے اسکی یہ تلخیص تھی۔ تمام علماء کا اس کے حکم پر اجماع ہے، لیکن اس کے باوجود بہت سے بلادِ اسلامیہ میں شیطان کی مُراد برآئی ہے، جس کی حرمت پر متواتر احادیث آئیں اور جس کے حرام ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، بہت سے مسلمان اسکی مخالفت یہاں تک کرنے لگے کہ گویا

اجماع اس کے حرام ہونے پر نہیں بلکہ جائز اور مستحب ہونے پر ہو گیا، ایسے حالات میں اللہ ہی مددگار ہے اور ہم ذلّت سے اللہ کی حفاظت طلب کرتے ہیں۔

ابن جریرؒ کا قاعدہ جسے امام ابنِ کثیرؒ نے ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ کی تفسیر میں بیان کیا ہے، اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک دو آدمیوں کا اختلاف اجماع پر اثر انداز نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ایک ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری (۲/۲۱۹) میں فرماتے ہیں: ''اس مسئلہ میں زیدیہ کا اختلاف کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اس لئے کہ یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے'' اور اسی حقیقت کو علامہ شوکانیؒ نے قبروں کے فتنہ میں مبتلا ہونے اور ان پر اپنا مال لگانے اور نذر و نیاز کرنے کو ذکر کرتے ہوئے کہا ہے اور اسی تکلیف دہ حقیقت کی طرف مشہور مصری شاعر حافظ ابرہیم (متوفی ۱۳۵۱ھ) اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أحيائنا لا يرزقون بدرهم ... وبألف ألف ترزق الأموات
من لی بحظ النائمين بحفرة ... قامت على أحجارها الصلوة
يسعى الأنام لها ويجرى حولها ... بحر النذور وتقرء الآيات
يقال هذ القطب باب المصطفى ... ووسيلة تقضى بها الحاجات

ہمارے زندوں کو ایک درہم بھی نہیں ملتا جب کہ مُردوں کو دس دس لاکھ ملتے ہیں' قبر میں سونے والوں کی قسمت کا کیا پوچھنا' جن کے پتھروں پر دعائیں (شرفِ قبولیت پانے کے لئے) باادب کھڑی ہیں' مخلوق ان کے پاس دوڑ دوڑ کر جارہی ہے اور اس کے گرد طواف کررہی ہے' ایک طرف نذروں کا ٹھاٹیں مارتا سمندر ہے تو دوسری جانب قرآن خوانی' کہا جارہا ہے کہ یہ قطب' مصطفیٰ کا دروازہ ہیں اور مُرادیں پوری ہونے کا وسیلہ ہیں۔

جب کوئی عقلمند قبروں پر عمارتوں کی تعمیر اور انہیں مسجد بنانے کی حرمت پر آئی ہوئی بے شمار احادیث' اس پر اہلِ علم کے اجماع اور بالخصوص امام ابن کثیرؒ کے اس قول ''بت پرستی کی اصل' قبور اور اہلِ قبور کے متعلق غلو ہے'' پر غور کرے گا اور پھر رفاعی نے عیدروس کی تعریف کرتے ہوئے انہیں ''عدن اور حضرموت کی برکت'' اور انکی قبر اور اس پر بنائے جانے والے گنبد کو ''مبارک'' قرار دئے جانے پر غور کرے گا تو اس کے لئے حق وباطل' ہدایت اور ضلالت میں فرق واضح ہوجائے گا اور یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ کون جنت کی طرف بلا رہا ہے اور کون جہنم کی طرف؟

میں استاذ رفاعی اور ڈاکٹر بوطی دونوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اور مسلمانوں کے متعلق اللہ سے ڈریں اور انہیں قبروں کے فتنے میں مبتلا

کرنے والے نہ بنیں' بلکہ صراطِ مستقیم کی طرف انکی ہدایت اور رہنمائی میں معین و مددگار بنیں' اس لئے کہ فرمان رسول ﷺ ہے: ''**من دعا الی هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه ' لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا ' ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه ' لاينقص ذلك من آثامهم شيئا**'' (مسلم)

جو شخص کسی ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کو اس ہدایت پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملتا ہے' لیکن عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی' اسی طرح جو کسی گمراہی کی دعوت دیتا ہے تو اس کو اس ضلالت کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ملتا ہے' اس طرح کہ انکے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

قصیدہء بُردہ کی حقیقت

10۔ رفاعی نے اپنے اعتراض میں مدح رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بوصیری کی قصیدہء بردہ کے متعلق کہا ہے کہ اس کو علمائے نجد نہیں پڑھتے ۔

جواب = رسول اللہ ﷺ کی مدح کرنے کے دو پہلو ہیں' ا۔ اچھا پہلو ۲۔ برا پہلو۔ اچھا پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعریف آپ کی شان کے مطابق کی جائے' غلو سے بچا جائے اور آپ کے مرتبہ کو حد سے آگے نہ بڑھایا جائے ۔۲۔ بُرا پہلو وہ ہے جس میں غلو' حد سے آگے بڑھنا ہو اور بوصیری کے قصیدہ میں اس طرح کے کچھ اشعار ہیں ۔

میں نے اپنی کتاب ''**من أخلاق الرسول** ﷺ '' میں آپ ﷺ کی شایانِ شان تعریف کی ہے۔

اور اپنی کتاب ''**عشرون حدیثا من صحیح البخاری** '' جو آج سے تیس سال پہلے طبع ہوئی تھی' اس میں حدیث ''**لاتطرونی کما أطرت النصاری عیسی بن مریم ' فإنما أنا عبد فقولوا عبد الله ورسوله** '' (**بخاری**) کی شرح کرتے ہوئے کہا تھا: ''رسول اللہ ﷺ کی مدح میں اچھا اور بُرا دونوں پہلو ہیں' اچھا پہلو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی

تعریف ہر اس وصف سے کی جائے جو انسانی کمال کے لئے لائق ہیں' اس طرح آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے' خیر خواہ' اللہ سے ڈرنے والے اور اس کا تقوی رکھنے والے' سب سے زیادہ فصیح اللسان' سب سے زیادہ بیان کرنے والے' عقل کے اعتبار سے سب سے سب سے برتر' ادب میں سب سے فائق' حلم میں سب سے اونچے' طاقت ' شجاعت اور شفقت میں سب سے زیادہ کامل' سب سے زیادہ شریف النفس' سب سے زیادہ بلند مرتبہ والے تھے' اور اسی طرح ہر کامل وصف جو کسی انسان کے لئے لائق ہے' سید ولد آدم ﷺ کے لئے اس میں سب سے بڑا حصّہ اور حظّ وافر ہے' اور جو وصف انسانیت کے حق میں نقص تصور کیا جاتا ہے اس سے آپ ﷺ سب سے زیادہ دور اور بچے ہوئے ہیں' آپ ہر عظیم اخلاق سے متصف اور ہر بری عادت سے محفوظ ہیں' آپ کے شرف کے لئے رب العالمین کا یہی قول کافی ہے ﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾ آپ نے دین کی ہر بات کھلّم کھلاّ پہنچادیا' امانت کامل طور پر ادا کردی' اور ہر انسان کی مکمل خیر خواہی کی ۔

اس طرح کی ہر تعریف سید الأولین والآخرین ﷺ کے لئے حق اور درست ہے' لیکن حد سے تجاوز اور حق سے نکلنے سے بھی بچنا چاہیئے' اس سے بہترین اور عمدہ وصف اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی خواہش

کے مطابق ''اللہ کا بندہ اور اس کا رسول'' کہا جائے' اس سے آپ علیہ السلام کے اس حکم کی اطاعت بھی ہو جائے گی کہ'' **إنما أنا عبد فقولوا عبد الله ورسوله** ''(**بخاری**) میں بندہ ہوں اس لئے تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

آپ ﷺ کی مدح کا مذموم پہلو یہ ہے کہ آپ کی تعریف میں حد سے آگے بڑھا جائے' جس کی وجہ سے مدح کرنے والے ایسے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائیں جو نہ اللہ تعالی کو پسند ہو اور نہ اس کے رسول ﷺ کو' وہ یہ ہے کہ آپ کی توصیف ان صفات سے کی جائے جو صرف اللہ ہی کے لئے لائق و زیبا ہیں' جیسا کہ قصیدہء بردہ کے بعض اشعار میں بوصیری نے کہا ہے: **یا أکرم الخلق مالی من ألوذ به**

سواک عند حلول الحادث العمم

اے مخلوق میں سب سے برتر! مصیبتوں میں آپ کے سوا ہے کون جس کی پناہ میں ڈھونڈوں؟ یہ شعر جس معنی میں کہا گیا ہے وہ صرف اللہ تعالی کے علاوہ اور کسی کے لئے کہنا ناجائز ہے' اور نہ ہی اس کی ذاتِ جلوہ صفات کے علاوہ اور کوئی اس کا مستحق ہے' کیونکہ وہی ہے جس کی پناہ ڈھونڈی جائے اور اسی کی رسّی کو مضبوطی سے تھاما جائے' مخلوق میں جسے بھی کوئی نعمت ملی تو اسی کی مہربانی سے ملی' وہی ہے جس کے فضل واحسان کو

بیان کرتے ہوئے جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لن یدخل أحدکم بعمله الجنة' قالوا ولا أنت یارسول الله؟ قال: ''ولا أنا إلاّ أن یتغمدنی الله برحمة منه وفضل**''(**بخاری: کتاب الرقاق**) تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی بدولت جنت میں جا نہیں سکتا' صحابہ کرام نے پوچھا: ''کیا آپ بھی اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: ''میں بھی نہیں' یہاں تک کہ اللہ تعالی مجھے اپنی مہربانی اور رحمت میں نہ ڈھانک لے''۔ وہی اللہ ہے جو دکھ درد سے بے تابوں کی پکار کو سنتا اور ان کی مصیبت کو دور کرتا ہے' جیسا کہ فرمانِ باری ہے: ﴿ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴾ (النمل:62) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اس کو پکارے اور اس کی مصیبت کو ٹالتا ہے اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کے جانشیں بناتا ہے' کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی معبودِ برحق ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

مصیبتیں دور کرنے والا سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں' نہ کوئی مقرب فرشتہ' نہ کوئی نبی اور رسول' اور جب وہی نہ ہوں تو پھر ان سے کم درجہ اور کون ہوسکتا ہے؟ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ یُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ

مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَا لْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (یونس : 107) اگر اللہ تجھے کوئی مصیبت میں ڈال دے تو اسے اس کے علاوہ اور کوئی ٹال نہیں سکتا' اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ٹال نہیں سکتا وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے اور وہ درگذر کرنے والا' مہربان ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ جس مدح پر یہ شعر مشتمل ہے مدحِ باطل ہے' جس سے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا ہے' اگر بوصیری یہ کہتے تو بلکل درست ہوتا:

یا خالق الخلق مالی من ألوذ به

سواک عند حلول الحادث العمم

اے مخلوق کے خالق ! تیرے سوا کون ہے مصیبتوں کے نزول کے وقت جس کی پناہ میں ڈھونڈوں؟

اسی طرح بوصیری رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فإن من جودک الدنیا وضرتها

و من علومک اللوح والقلم

دنیا اور اس کی مثل چیزیں آپ کی فیاضی کا نتیجہ ہیں اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم میں سے ایک ہے۔

یہ تعریف بھی صرف اسی ذات کے لئے ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے' وہ خود اپنی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ﴿ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ﴾ (النحل : 53) تمہیں جو بھی نعمت ملی ہے وہ اللہ کی جانب سے ہی ملی ہے۔ اور جس کے بارے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں:'' **وأعلم ! لو أن الأمة إجتمعت علی أن ینفعوک لم ینفعوک إلاّ ما قد کتب اللہ لک** '' (ترمذی) اگر ساری امت جمع ہوکر بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی مگر جو اللہ تعالی نے تمہاری قسمت میں لکھ رکھا ہے۔

اللہ کی ذات ہی وہ تنہا ذات ہے جس کی فیاضی سے دنیا اور آخرت ہے اور وہی ہے جس کے علوم میں سے ایک لوح وقلم کا علم ہے' لیکن آپ علیہ السلام اسی چیز کے مالک ہیں اسی چیز کے مالک ہیں جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور وہی غیب جانتے ہیں جس کی اطلاع اللہ نے آپ کو دی ہے اور اللہ تعالی نے آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے: ﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ (ھود : 31) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں۔ پھر فرماتا ہے: ﴿ قُلْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴾ (الجن : 21) آپ کہہ دیجئے: میں نہ تمہارے نقصان کا مالک ہوں اور

نہ نفع کا۔

اور صحیحین میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی :﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یا معشر قریش ! إشتروا أنفسکم لاأغنی عنکم من اللہ شیئا ' یا عباس بن عبد المطلب ! لاأغنی عنکم من اللہ شیئا 'یا صفیة عمة رسول اللہ ﷺ! لاأغنی عنک من اللہ شیئا 'ویا فاطمة بنت محمد ﷺ سلینی ما شئت من مالی لاأغنی عنک من اللہ شیئا ''۔(بخاری ومسلم)

اے جماعتِ قریش ! اپنے آپ کو بچالو' میں اللہ سے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا' اے عباس بن عبد المطلب ! میں اللہ سے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا' اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپی صفیہؓ !میں اللہ سے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا' اے فاطمہ بنت محمد ﷺ ! جو مال مجھ سے مانگنا ہو مانگ لو لیکن میں اللہ سے تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ:''

قام فینا رسول اللہ ﷺ فذکر الغلول فعظّمه وعظم أمره قال : لاألفین أحدکم یوم القیامة علی رقبته فرس له حمحمة یقول :

یارسول اللہ أغثنی ' فأقول ''لاأملک لک شیئا قد أبلغتک ''۔(بخاری)

رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوگئے اور چوری کا ذکر کیا اور اس گناہ کے بڑے ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:''میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہنہنا رہا ہو (جو کہ اس نے دنیا میں چُرایا تھا) اور وہ کہہ رہا ہو: یارسول اللہ میری فریادرسی کیجئے'' میں کہوں گا:''میں تیرے کچھ کام نہیں آ سکتا' میں نے دنیا میں تجھے پہنچا دیا تھا''۔

باہر مرنے والوں کو حرمین میں دفن کرنے کا مسئلہ

11۔رفاعی کہتے ہیں: '' آپ لوگ ان مسلمانوں کو جو مکہ اور مدینہ سے باہر انتقال کرتے ہیں، انہیں حرمین میں دفن کرنے سے روکتے ہو، جب کہ یہ دونوں شہر پاک اور مبارک ہیں، جنہیں اللہ اور اس کے رسول دونوں چاہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عدی الزهری سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ''**قال رأیت رسول** ﷺ **علی راحلته واقفا بالحزورة ، یقول " واللہ إنّک لخیر أرض اللہ ، وأحب أرض اللہ إلی اللہ ولو لا أخرجت منک ما خرجت** '' میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی سواری پر ''حزورہ'' کے مقام پر کھڑے دیکھا، آپ مکہ کو خطاب کرکے فرمارہے تھے: '' اللہ کی قسم تو اللہ کی بہترین سرزمین ہے اور اللہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر میں تجھ سے زبردستی نہ نکالا جاتا تو میں نہیں نکلتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشاد فرمایا: '' **من إستطاع أن یموت بالمدینة فلیمت بها ، فإنّی أشفع لمن یموت بها** '' جو مدینہ میں وفات پاسکتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ وہیں وفات پائے، کیونکہ میں اس میں مرنے والوں کے لئے سفارش

کروں گا۔

جواب = حقیقت یہ ہے کہ ہر میت کو اسی شہر کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا جہاں کہ اس کی وفات ہوئی، اِلاّ یہ کہ کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے میت کا منتقل کرنا ضروری ہوجائے، موجودہ دور میں ذرائع حمل ونقل کی وجہ سے حرمین شریفین تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے، اگر دنیا کے ہر مسلمان کو حرمین شریفین میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے تو خدشہ ہے کہ یہ دونوں مقدس شہر عظیم قبرستانوں میں تبدیل نہ ہوجائیں، مسلمان کے لئے اہم چیز یہی ہے کہ وہ نیک اعمال کے ذریعے اچھی زندگی گذارا ہو اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوا ہو۔

رفاعی کی ذکر کردہ دونوں احادیث میں پہلی مکہ کی فضیلت میں ہے اور دوسری مدینہ میں وفات پانے کی فضیلت کو ظاہر کررہی ہے، یہ تو تمام جانتے ہیں جو حرمین شریفین میں مرتا ہے وہ وہیں دفن کیا جاتا ہے، ان دونوں احادیث میں میت کو باہر سے لاکر دفنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

رفاعی کو اس مسئلے میں علمائے نجد وحجاز پر اعتراض کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی، جب کہ وہ صوفیت کے دلدادہ ہیں اور صوفیوں میں تو یہ حکایات عام ہیں کہ فرشتے مُردوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے رہتے ہیں سخاوی نے اپنی کتاب '' **المقاصد الحسنة فیما یدور من**

الأحاديث على الألسنة '' میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں :'' اللہ تعالی
کے کچھ فرشتے مُردوں کو منتقل کرتے رہتے ہیں'' (یہ حدیث بالکل جھوٹی
ہے' جیسا کہ آگے وضاحت آرہی ہے)
پھر کہتے ہیں :'' میں اس پر بھی نہیں رُکتا'' پھر کچھ کہانیاں ذکر کیں جن میں
یہ بھی ایک کہ '' عزّ یوسف الزرندی جو مدینہ کے زرندی سادات کے والد
تھے' ان کا انتقال مدینہ میں نہیں ہوا تھا' کسی نے انہیں خواب میں دیکھا جو
اسے کہہ رہے تھے :'' میرے بچوں کو سلام کہو اور انہیں بتلاؤ کہ میں انکے
قریب لایا گیا ہوں اور جنت البقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قبر
کے قریب دفنایا گیا ہوں' جب وہ میری زیارت کرنا چاہیں تو وہاں کھڑے
ہوں اور سلام ودعا کریں ۔
اسی بات کو عجلونی نے بھی اپنی کتاب '' **كشف الخفاء ومزيل الإلباس
فيمايدور الحديث على ألسنة الناس** '' میں ذکر کیا ہے اور ان
حکایتوں کو بھی ذکر کیا ہے جسے سخاوی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور
پھر کہتے ہیں : شعرانی نے اپنی کتاب '' **البدر المنير في غريب
احاديث البشير والنذير** '' میں کہتے ہیں کہ :'' اس طرح کے واقعات
ایک بڑی جماعت کو پیش آئے جن میں ایک میرے آقا ابوالفضل بھی ہیں'
جو ساداتِ بنی وفاء سے تعلق رکھتے تھے' وہ دریائے نیل میں غرق ہوگئے

لیکن انہیں اپنے دادا کے پاس '' قرافہ '' میں مدفون پایا گیا' اسی طرح
زندوں کا منتقل ہونا تو بہت عام ہے' ایک آدمی مصر میں باتیں کررہا ہے اور
وہ ایک ہی رات میں مکہ منتقل ہوجاتا ہے تو لوگ اسے وہاں بھی پاتے ہیں
۔شعرانی کی وفات ۹۷۳ھ میں ہوئی ۔

اہلِ سنّت والجماعۃ جن میں علمائے نجد وحجاز بھی شامل ہیں' اس بات پر
ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات کو
بھی برحق مانتے ہیں اور وہ صحابہ کرام اور نیکیوں میں انکی اتباع کرنے
والوں کے متبع ہیں' لیکن وہ ان بے لگام خوابوں کو چاہے وہ بیداری کے
ہوں یا نیند کے' سچّے نہیں مانتے ۔

اور جو جس جگہ دفن کیا گیا وہ قیامت کے دن وہیں سے اٹھایا جائے
گا' جیسا کہ ارشاد ہے :﴿ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴾ پھر بے شک تم
قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ۔ اور سب سے پہلے ہمارے رسول
ﷺ کی قبر مبارک شق ہوگی' جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا :'' **أنا سيد ولد
آدم يوم القيامة ' وأول من ينشق عنه القبر ' وأول شافع وأول
مشفع** '' (رواہ مسلم) میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں'
اور پہلا ہوں جس کی قبر شق ہوگی' اور پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا
ہوں جس کی شفاعت بارگاہِ رب العزّت میں قبول ہوگی ۔(مسلم)

احادیثِ صحیحہ سے یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ فرشتے مُردوں کو ادھر ادھر منتقل کرتے رہتے ہیں بلکہ احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی قبروں میں ہی قیامت تک رہیں گے، جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منکر نکیر کے مومن اور منافق سے سوالات کے متعلق مروی ہے، مومن سے کہا جائے گا: ''نم كنومة العروس الذى لايوقظه إلاّ أحب أهله إليه ، حتى يبعثه الله من مضجعه ذلک''۔ تم دُلہا کی طرح سوجاؤ، جسے اس کے اہل میں سے سب سے محبوب ترین ہستی ہی جگاتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی اس کو قبر سے اٹھائے گا۔

اور اسی حدیث میں ہے کہ منافق سے کہا جائے گا: ''إلتئمى عليه ، فتلتئم عليه فتختلف اضلاعه ، فلا يزال فيها معذّبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلک''۔ منافق کے حق میں زمین سے کہا جائے گا: ''تو اس پر تنگ ہوجا، وہ اس پر اتنا تنگ ہوجائے گی کہ اس کی پسلیاں باہم مل جائیں گی اور وہ اسی میں قیامت تک عذاب سے دوچار رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالی اسے اسکی قبر سے اٹھائے۔

کیا علامہ ألبانی کی کتابیں فرسودہ ھیں ؟

12۔ رفاعی نے علماء نجد وحجاز پر ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ انہوں نے علاّمہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ کو (جب کہ وہ حیات تھے) جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا استاذ اور اسکی مجلس اعلی کا رکن بنایا، جبکہ انکے گمان میں شاہ فیصلؒ نے انہیں نکال دیا تھا، لیکن انکے بعد وہ دوبارہ اسی مقام پر بحال کئے گئے اور رفاعی نے انکی کتابوں کو ازکار رفتہ اور فرسودہ قرار دیا۔

جواب = محدّث زمانہ، علاّمہ ناصرالدین الألبانی رحمہ اللہ، سنت نبوی کی عظیم خدمات، احادیث کی معرفت اور ان تک پہنچنے کا راستہ آسان بنانے اور احادیث کے طرق، متابعات اور شواھد اور پھر ان پر صحت اور ضعف کا حکم لگانے کے لئے ساری دنیا کے اہلِ انصاف کے ہاں معروف ومشہور ہیں، آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں اسکے استاذ مقرر کئے گئے، پھر اسکی مجلسِ اعلی کے رکن اور پھر ان سے وہ معاہدہ ختم ہوگیا جو انکے اور جامعہ کے درمیان تھا، جیسا کہ غیر سعودی اساتذہ کا ہوتا ہے، میں جامعہ اسلامیہ میں اسکی تاسیس کے وقت سے موجود ہوں، لیکن میں نے یہ کبھی نہیں سنا کہ شاہ فیصلؒ نے شیخ البانیؒ کو جامعہ سے نکال دیا تھا، جیسا

کہ رفاعی کا دعوی ہے' سابق میں جامعہ اسلامیہ کی مجلسِ اعلی میں دس ارکان غیر سعودی ہوتے تھے' جن کی تعیین رئیس الجامعہ کی سفارش پر شاہی فرمان سے تین سال کے لئے ہوتی تھی' میں شاہ فیصلؒ کے زمانے میں جامعہ اسلامیہ کے وائس چانسلر کے عہدے پر فائز تھا' جب علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ جامعہ کے چانسلر کے عہدے سے مستعفی ہوکر ۱۳۹۵ھ میں **إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد** کی صدارت پر فائز ہوئے تو میں جامعہ کے چانسلر کے عہدے پر چار سال تک فائز تھا' اس دوران میں نے جامعہ کی مجلسِ اعلی کے لئے دس ارکان کی سفارش کی تھی' جن میں ایک علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ بھی تھے اور یہ سفارش موصوف کے علم وفضل اور حدیثِ نبوی کے لئے انکی شاندار خدمات اور انکے حامیء سنّت' قامعِ بدعت ہونے اور بدعتیوں کی تردید کی وجہ سے تھی۔

رفاعی نے علامہ موصوف کی کتابوں کو فرسودہ قرار دیا' کیا ہی بہترین ہیں وہ کتابیں جنہیں رفاعی اینڈ کمپنی فرسودہ قرار دے رہی ہے' لیکن جسے علم' احادیث' انہیں جمع کرنے اور ان سے استفادہ کی تھوڑی سی بھی دلچسپی ہے' وہ جانتا ہے کہ احادیثِ رسول ﷺ کو فرسودہ قرار دینا کس قدر عظیم جرم ہے' کاش رفاعی کو اس کی کچھ خبر ہوتی۔﴿ یالیت قومی یعلمون ﴾

میلاد النبی کا جشن

13۔رفاعی نے میلاد النبی ﷺ کے جشن قائم کرنے پر زور دیا ہے اور علمائے نجد وحجاز پر جو ان جشنوں کے خلاف ہیں اعتراض کیا ہے۔

جواب = رسول اللہ ﷺ کی محبت ہر مسلمان کے دل میں اس کے والدین' اہل وعیال اور ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ ہونی چاہیئے' جیسا کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے:" **لایؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين** " (**متفق عليه**) تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے پاس' اس کے والد' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

بلکہ ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی محبت اپنی جان سے زیادہ ہو' جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' رسول اللہ ﷺ کی محبت والدین' اولاد اور اپنی جان سے بھی زیادہ کرنا اس لئے واجب ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے ذریعے صراطِ مستقیم کی طرف انسانیت کی رہنمائی کی اور انہیں تاریکی سے روشنی کی طرف لایا اور یہ نعمت اس قدر عظیم ہے کہ اس کے برابر کوئی نعمت نہیں' اور آپ علیہ السلام سے محبت کی واضح

نشانی آپ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام کی اتباع ہے اور یہ آپ کی احادیث کی تصدیق، آپ کے احکام کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب اور اللہ کی عبادت، کتاب وسنت سے ثابت طریقے پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ میلاد النبی ﷺ منانے کے سلسلے میں نہ تو آپ ﷺ سے کوئی صحیح روایت مروی ہے اور نہ آپ کے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور پہلی تین صدیوں کے (جنکے خیر پر ہونے کی شہادت دی گئی ہے) مسلمانوں سے کوئی دلیل مذکور ہے، بلکہ میلادوں کی بدعت (جن میں میلاد النبی بھی شامل ہے) سب سے پہلے عبیدیوں (جنہیں فاطمی بھی کہا جاتا ہے) نے ایجاد کیا، جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں مصر پر حکومت کی تھی، تقی الدین احمد بن علی المقریزی نے اپنی کتاب ''**المواعظ والأعتبار بذكر الخطط والآثار**'' (۱/ ۴۹۰) میں فرماتے میں کہ'' فاطمیوں کے لئے سارا سال میلادوں اور موسموں کا ہوتا ہے، اس میں انہوں نے بہت سے مواسم اور عیدوں کا تذکرہ کیا ہے، جس میں میلاد النبی ﷺ، میلاد علیؓ، میلاد فاطمہؓ، میلاد حسنؓ، میلاد حسینؓ اور میلاد خلیفہء وقت بھی ہیں۔

امام ابن کثیرؒ اپنی کتاب **البداية والنهاية** میں ۵۶۷ھ کے

واقعات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اسی سال فاطمیوں کی حکومت ان کے آخری خلیفہ ''عاضد'' کی موت کے ساتھ ہی ختم ہوگئی''۔ پھر فرماتے ہیں: ''انکی سلطنت میں بہت سی بدعات اور خرافات ظہور پذیر ہوئیں، اہلِ فساد زیادہ ہوگئے اور انکے دور میں علماء اور نیک لوگ بہت کم ہوگئے''۔ اس سے تھوڑا پہلے امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ (جنہوں نے اس بدترین حکومت کا خاتمہ کردیا) نے سارے مصر میں اذان سے ''**حیّ علٰی خیر العمل**'' کے الفاظ رُکوادئے۔

جشن میلاد النبی منانے میں عیسائیوں کی تقلید ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جشنِ ولادت مناتے ہیں، سخاوی اپنی کتاب ''**التبر المسبوک فی ذیل السلوک**'' صفحہ۱۴ میں کہتے ہیں: ''اگر صلیبی اپنے پیغمبر کی ولادت کی رات سب سے بڑی عید مناتے ہیں تو پھر مسلمان اپنے رسول ﷺ کی عزّت وقدر کرنے کے اور زیادہ مستحق ہیں''

امام ملّا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''**المورد الروی فی المولد النبوی**'' (صفحہ ۲۹، ۳۰) میں سخاوی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سخاوی کی بات کی تردید کے لئے یہی کافی ہے کہ ہم اہلِ کتاب کی مخالفت کا حکم دئے گئے ہیں''۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ میلادوں کی بدعت، رافضیوں، عبیدیوں اور

اس معاملے میں گمراہ عیسائیوں کے متبعین کی ایجاد ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' لتتّبعنّ سنن من كان قبلكم شِبرًا بشِبرٍ وذراعًابذراعٍ ، حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم ، قلنا : " اليهود والنصارى يا رسول الله '' قال : " فمن ''۔ (متفق عليه . عن أبى سعيد ؓ)

تم ضرور اگلی امتوں کے عادات و اطوار کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ پیروی کروگے، یہاں تک کہ وہ کسی گوہ کے سوراخ میں جا گھسیں گے تو تم بھی اس میں داخل ہوجاؤ گے، ہم نے کہا: '' اے اللہ کے رسول : کیا ہم یہود ونصاریٰ کی پیروی کریں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''اگر وہ نہیں تو پھر کون؟''۔

حرمِ مکّی میں چار مصلّوں کا مسئلہ

14۔رفاعی کہتے ہیں :''حرمِ مکّی میں مذاہبِ اربعہ کے منبر تھے جنہیں آپ لوگوں نے منہدم کردیا، درس کے لئے کرسیاں رکھی جاتی تھیں، اسے روک دیا، اور مسجد نبوی کے ایک مدرس نے دوران درس کہا کہ: '' رسول اللہ ﷺ کے والدین دوزخی ہیں'' انہیں اللہ تعالی کا یہ فرمان معلوم ہونا چاہیئے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴾ (الأحزاب :57) (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اس نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔) ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (التوبۃ :61)(اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے لئے درد ناک عذاب ہے) .... پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کی نجات کے متعلق سیوطی کے رسائل کے کچھ حوالے دئے''۔

جواب = منہدم شدہ منابر سے رفاعی کی مراد مذاہبِ اربعہ کے وہ چار مصلّے ہیں جو پہلے مطاف کے چاروں طرف بنے ہوئے تھے اور یہ شاہ عبد

العزیز آلِ سعود کے عہد سے پہلے کے تھے اور حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی حضرات اپنے اپنے مصلّوں پر علاحدہ اپنے امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی عظیم حسنات میں سے یہ بھی ایک نیکی ہے کہ انہوں نے خانہء کعبہ کے اطراف نماز کے متعلق اس انتشار اور تفریق کو ختم کر دیا اور تمام کو مقامِ ابراہیم کے مصلّے پر ایک امام کی اقتداء میں جمع کر دیا اور یہ مصلّے مطاف کی توسیع تک باقی رہے، میں نے جب ۱۳۷۰ھ میں اپنا فرض حج کیا تو اس کو دیکھا تھا۔

میں نے ڈاکٹر تقی الدین الہلالی المراکشی رحمہ اللہ (آپ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اس عہد کو پایا تھا) کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک شخص نے ان مصلّوں کے تفرق پر اپنے دلی رنج کا اظہار ایک ایسے شخص کے سامنے کیا جو مقلّد تھا، مقلّد نے اس کے دلی رنج پر یہ جواب دیا: ''اس سے معلوم ہوا کہ تم حق پر نہیں ہو اس لئے کہ تمہارے لئے کعبہ کے اطراف کوئی مصلّی نہیں ہے'' یہ سن کر پہلے شخص نے کہا: ''کیا مسلمانوں کے مصلّی کے لئے مقامِ ابراہیم کافی نہیں؟ جب وہ ہے تو انہیں اس کے علاوہ اور کسی مصلّی کی کوئی ضرورت نہیں''۔

☆ رفاعی اپنے بیان میں مسلمانوں کی گروہ بندیوں پر اپنے دلی رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں: ''امریکہ اور یورپ کے ممالک میں بھی

تمہاری یہ بیماری پہنچ چکی ہے، مسلمانوں کے مدارس اور مساجد میں پھوٹ پڑی ہے، ابنِ بازؒ اور ابنِ عثیمینؒ کے متبعین، صوفیاء اور ذاکرین کو کافر گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اشعری ہے اور یہ ماتریدی، یہ دیوبندی ہے اور یہ بریلوی، جس کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے سے لڑ پڑے اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے، شادی کرنے اور تعلقات رکھنے کو حرام قرار دینے لگے جس کی وجہ سے یہ لوگ دین کی جڑوں کو کاٹ رہے ہیں۔

رفاعی یہاں تو امریکہ اور یورپ میں مسلمانوں کے انتشار پر آہ وبکا کر رہے ہیں، لیکن طُرفہ ہے کہ وہ کعبۃ اللہ میں مسلمانوں کے انتشار کے اختتام اور انکے اتحاد پر ماتم کُناں ہیں اور ان لوگوں کو کوس رہے ہیں جو اس تفرق اور انتشار کو ختم کرنے والے ہیں اور انہیں یہ کہہ کر بدنام کر رہے ہیں کہ ''حرمِ مکّی میں مذاہبِ اربعہ کے چار مصلّے تھے جنہیں ان لوگوں نے منہدم کر دیا، کیوں نہیں عین کعبہ میں اس افتراق اور انتشار کو باقی رکھا؟''

رفاعی کے اعتراضات میں یہ تضاد کہ ایک طرف ان کا یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کے آپسی اختلافات پر سر پیٹنا اور یہاں عین حرمِ مکّی میں مسلمانوں کے متحد ہو کر نماز پڑھنے پر سینہ کوبی کرنا اور شور وغُل مچانا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ وہ حق وہدایت کی دعوت دینے والے علمائے نجد کے متعلق اپنی خواہشِ نفس کے متبع ہو چکے ہیں، جس کا نتیجہ یہ تضاد ہے۔

امام ابوعثمان النیساپوری نے کیا ہی بہترین بات فرمائی : ''جس نے اپنے آپ پر قولی وعملی طور پر سنّت کو حاکم بنایا' وہ جب بھی بات کرے گا تو حکمت سے بھری ہوئی کرے گا اور جس نے اپنی ذات پر قولاً وعملاً نفسانی خواہش کو حاکم بنایا' وہ جب بھی گفتگو کرے گا تو بدعت کہے گا''۔

اگر دوسرے مسلمان آپس میں اشعری' ماتریدی' دیوبندی اور بریلوی فرقوں میں بٹ گئے تو اس میں علمائے نجد وحجاز کا کیا قصور؟ رفاعی کا یہ قول کہ :'' ابنِ باز وابنِ عثیمین رحمہما اللہ کے متبعین صوفیاء اور ذاکرین کو کافر قرار دیتے ہیں'' یہ ان پر کُھلا ہوا بہتان ہے' جیسا کہ اس سے پہلے ہم اشارہ کر چکے ہیں۔

☆ جہاں تک مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں تفسیر' حدیث اور فقہ کے دروس کا معاملہ ہے' الحمد للہ وہ اب بھی جاری ہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مسجد نبوی میں مؤطا امام مالک کا درس شیخ عطیہ محمد سالم اور شیخ عمر محمد فلاتہ رحمہما اللہ دیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور امانت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہر شخص کو مسجد حرام اور مسجد نبوی میں درس دینے کی اجازت نہ دی جائے ۔(ورنہ اس سے فتنے وفساد کا ایک ایسا دروازہ کُھل جائے گا جس کا سدّ باب بڑی مشکل سے ہی ہو سکے گا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا مسئلہ

15 ۔ رفاعی کا اس بات سے انکار کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین دوزخ میں جائیں گے' اس کی کوئی وجہ نہیں' اس لئے کہ یہ بات کہنے والے علمائے نجد وحجاز نہیں بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہیں' جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :'' **أنّ رجلا قال : یا رسول اللہ أین أبی ؟ قال : " فی النار " فلما قفّی دعاہ ' فقال : " إن أبی وأباک فی النار** '' ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:'' یارسول اللہ ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا:'' وہ دوزخ میں ہے''' جس وقت وہ پلٹا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا'' میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے''۔ اس حدیث کے لئے امام نووی نے باب باندھا ہے:'' **باب أن من مات علی الکفر فھو فی النار ' ولاتنالہ شفاعة ولا تنفعہ قرابة المقربین** '' باب اس بارے میں کہ جو کُفر پر مرتا ہے وہ دوزخی ہے' اس کو شفاعت حاصل نہیں ہوگی اور نہ ہی اللہ کے مقرب لوگوں کی رشتہ داری اس کے لئے فائدہ مند ہوگی ۔

پھر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:'' جو اس شخص اس دور میں

مرتا ہے جس میں اہلِ عرب بت پرستی میں مبتلا تھے' وہ دوزخی ہے اور یہ دعوت توحید پہنچنے سے پہلے مواخذہ نہیں ہے کیونکہ انہیں اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت (توحید) پہنچ چکی تھی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إستأذنت ربی أن أستغفر لأمّی فلم يأذن لی ' واستأذنته أن أزور قبرها فأذن لی''۔ میں نے اپنے رب سے میری والدہ کے لئے طلبِ مغفرت کی اجازت چاہی لیکن اس نے اجازت نہیں دی' پھر میں نے اپنے پروردگار سے انکی زیارتِ قبر کی اجازت چاہی تو اس نے مجھے اجازت دے دی۔صحیح مسلم میں ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں: ''زار النبی ﷺ قبر أمه فبكی وأبكی من حوله ' فقال :''إستأذنت ربی فی أن أستغفر لها فلم يأذن لی ' واستأذنته فی أن أزور قبرها فأذن لی' فزوروا القبور فإنها تذكّر الموت '' رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کے قبر کی زیارت کی' آپ روپڑے اور انہیں بھی رُلایا جو آپ کے ہمراہ تھے' پھر فرمایا: '' میں نے اپنے رب سے میری والدہ کے لئے طلبِ مغفرت کی اجازت چاہی لیکن اس نے اجازت نہیں دی' پھر میں نے اپنے پروردگار سے انکی

زیارتِ قبر کی اجازت چاہی تو اس نے مجھے اجازت دے دی' تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ تم کو موت یاد دلاتی ہے''۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین سے انکی زندگی میں ملاقات اور انکی وفات کے بعد انکی قبروں کی زیارت جائز ہے' کیونکہ جب انکی وفات کے بعد انکے قبور کی زیارت جائز ہے تو پھر زندگی میں بدرجہء اولیٰ جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ﴾ (اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفّار کے لئے طلبِ مغفرت ممنوع ہے' قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت اور مشاہدہ سے عبرت ونصیحت کا قصد کیا اور اس کی تائید حدیث کے آخری ٹکڑے سے ہوتی ہے'' تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ وہ تمہیں موت یاد دلاتی ہے''۔امام نوویؒ پھر فرماتے ہیں: ''حضرت ابوہریرہ کا یہ قول'' آپ ﷺ نے رویا اور اپنے ساتھیوں کو رُلایا'' قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: '' آپ علیہ السلام کا رونا اس لئے تھا کہ آپ کی والدہ آپ کی نبوت کے زمانہ کو نہیں پاسکیں اور آپ ﷺ پر ایمان نہ لاسکیں''۔

امام بیہقی ''السنن الکبری'' (۱۹۰/۷) میں فرماتے ہیں: '' آپ کے والدین مشرک تھے' اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے بتلائی' پھر حضرت انس

رضی اللہ عنہ کی حدیث ''......إن أبی وأباک فی النار......'' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''إستأذنت ربی أن أستغفر لأمی فلم یأذن لی ، واستأذنته أن أزور قبرها فأذن لی '' کو سند سے بیان کر کے فرمایا کہ ان دونوں احادیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے

☆ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ کے والدین حالتِ شرک میں وفات پائے تھے اور وہ دونوں دوزخ میں جائیں گے، اس کے برخلاف آپ ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے اور جو سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ: آپ ﷺ کے لئے آپ کے والدین زندہ کئے گئے اور وہ دونوں مسلمان ہوئے'' صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اسکی سند ثابت نہیں ہے اور اس میں بہت سے مجہول راوی ہیں، جیسا کہ ابنِ کثیرؒ نے ذکر کیا ہے۔

☆ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: ''کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا اور انہوں نے آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا اور اس کے فوراً بعد وہ انتقال کر گئے؟''

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ تمام حدیث کی معرفت رکھنے والے اس پر متفق ہیں کہ یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے، اگرچہ کہ اس کو ابوبکر خطیب بغدادی نے اپنی

کتاب'' السابق واللاحق '' میں' ابو القاسم السھیلی نے '' شرح السیرة '' میں اور ابوعبداللہ القرطبی نے ''التذکرة'' میں مجہول سند سے ذکر کیا ہے اور جنہیں علمِ حدیث کی معرفت ہے وہ تمام اس پر متفق ہیں کہ یہ روایت موضوعات میں سب سے نمایاں ہے، جیسا کہ اہلِ علم نے اس کی تصریح کردی ہے اور یہ روایت حدیث کی معتمد علیہ کتب میں نہیں ہے نہ صحاح میں نہ سنن میں اور نہ ہی مسانید اور ان جیسی کسی معروف کتبِ حدیث میں، نہ اس روایت کو اہلِ سیر ومغازی اور نہ ہی مفسّرین نے ذکر کیا جب کہ وہ عموماً صحیح کے ساتھ ضعیف روایات بھی ذکر کرتے ہیں، اس سے اس جھوٹ کا واضح ہونا کسی بھی دین دار شخص پر مخفی نہیں، کیونکہ اگر یہ واقعہ ظہور پذیر ہوتا تو اس کے خرق عادت ہونے کے علاوہ دو وجوہات سے متواتر منقول ہوتا:

۱) مُردوں کے زندہ ہونے کی وجہ سے۔ ۲) مرنے کے بعد ایمان قبول کرنے کی وجہ سے۔

لیکن جب ثقہ راویوں میں سے کسی نے انہیں ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سراسر جھوٹا ہے۔

خطیب بغدادی کا اپنی کتاب ''السابق واللاحق'' میں اس روایت کو لانے کا مقصد تمام متقدم ومتأخر محدثین کی روایات کو جو انہوں نے شخصِ

واحد سے روایت کی ہیں' ذکر کرنا ہے' انہیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ وہ روایات سچی ہیں یا جھوٹی ؟ اور ابنِ شاہین ہر رُطب و یابس کو روایت کرتے ہیں اور سہیلی نے اس روایت کو یہ بتلانے کے لئے ذکر کیا ہے کہ اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں ۔

نیز یہ روایت کتاب اللہ' سنت صحیحہ اور اجماع کے بھی خلاف ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ☆ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ﴾ (النساء : 17/18) (اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے جو نادانی سے کوئی بُرا کام کرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں' اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ تمام باتوں کو جاننے والا اور حکمت والا ہے' لیکن توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو بُرے کام کرتے چلے جاتے ہیں جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آ جاتا ہے تو اس وقت کہتا ہے " اب میں نے توبہ کر لی ہے " اور نہ ہی ان لوگوں کے لئے ہے جو حالتِ کُفر میں مرتے ہیں' ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ

واضح کر دیا ہے کہ جو کافر ہو کر مرا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی ۔ فرمانِ باری ہے : ﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّةَ اللهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُوْنَ ﴾ (غافر : 85) جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا انہیں ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا' یہ اللہ کا قانون ہے جو اس کے بندوں میں رائج ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں ہونگے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنے قانون کا تذکرہ کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ جس وقت بندے اس کا عذاب دیکھ لیں گے تو انہیں ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا تو پھر مرنے کے بعد ایمان لانا کہاں سے مفید ہوگا ؟ پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات کو ذکر کیا' پھر فرماتے ہیں : " اس حدیث میں جو مسند احمد وغیرہ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا : " إن أمّي مع أمّک فی النار " میری ماں بھی تیری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے ۔

اگر یہ کہا جائے کہ صحابی کا اپنے والد کے متعلق سوال کرنے کا واقعہ فتح مکہ کے وقت کا ہے اور آپ کے والدین کے زندہ کئے جانے کا واقعہ اس کے بعد کا ہے' تو جواباً کہا جائے گا : " آپ کے والد کے اسلام کی شہرت بھی آپ کے دونوں چچا حضرت حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرح ہوتی ۔

ابوطالب کے ایمان لانے کا مسئلہ

16 ۔ اور اسی طرح جو جاہل رافضی کہتے ہیں کہ :'' ابوطالب بھی ایمان لائے اور سیرت کی کتابوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جو بعض ضعیف روایات آئی ہوئی ہیں' ان سے دلیل پکڑتے ہیں کہ ''انہوں نے موت کے وقت نہایت آہستہ آواز میں اسلام قبول کیا''۔

جواب = اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ ذکر کرتے کہ جناب ابوطالب ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ ہرگز نہیں کہتے :''**عمّک الشیخ الضّال کان ینفعک ' فھل تنفعه بشیء ؟ فقال :'' وجدته فی غمرة من نار ' فشفعت فیه حتی صار فی ضحضاح من نار ' فی رجلیه نعلان من نار یغلی منهما ' دماغه ولو لا أنا لکان فی الدرک الأسفل من النار''(بخاری ومسلم)** آپ کے بوڑھے گمراہ چچا (ابوطالب) نے (دنیا میں) آپ کو فائدہ پہنچایا تھا' کیا انہیں آخرت میں کچھ فائدہ پہنچاسکیں گے؟ آپ نے فرمایا:'' میں نے انہیں دوزخ کے بیچ پایا' پھر میں نے انکی سفارش کی یہاں تک کہ وہ دوزخ کے کنارے آگئے' ان کے پیروں میں دو آگ کے چپل ہونگے جس سے ان کا دماغ کھولے گا' اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوتے ۔

☆ جناب ابوطالب کے ایمان لانے والی بات صحیح روایات کے بھی خلاف ہے' صحیح بخاری کے مطابق انہوں نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی :'' **علی ملّة عبد المطّلب** '' میں عبد المطلب کے دین پر ہوں ۔اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ انکی وفات کے وقت موجود نہیں تھے' اگر ابوطالب کے ایمان لانے کی بات صحیح ہوتی تو انکی شہرت حضرت حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما سے کہیں زیادہ ہوتی ' جو علم سلف سے خلف کو ملا ہے اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ کسی نے بھی آپکے چچا ابوطالب اور آپ ﷺ کے والدین کو'' مومن اہلِ بیت'' میں شمار کیا ہو جیسا کہ حضرت حمزہ' عباس' علی' فاطمہ' حسن اور حسین وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین شمار کئے گئے' اور یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ ان کے ایمان لانے کی بات سراسر جھوٹی ہے ۔

☆ اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴾ (ممتحنة : 4) ترجمہ: تمہارے لئے ابراہیم (علیہ الصلوۃ والسلام) اور اس کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا

کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودان (باطل) سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ
کے سوا پوجتے ہو، ہم نے تمہارا انکار کیا اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے
عداوت اور بیر پیدا ہوگیا جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ، مگر
ابراہیم (علیہ الصلوۃ والسلام) کی یہ بات (اس سے مستثنیٰ ہے) جو انہوں
نے اپنے باپ سے کہی، میں آپ کے لئے ضرور مغفرت کی درخواست
کروں گا اور اللہ سے آپ کے لئے کچھ حاصل کر لینا میرے بس میں نہیں
ہے، (ان کی دعا یہ تھی) اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور
تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیرے ہی حضور ہمیں پلٹنا ہے۔
اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَمَا كَانَ اِسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ
وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ﴾ (توبہ: 114) ترجمہ:
اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش طلب کرنا ایک وعدہ کی وجہ سے تھا
جو اس (اللہ تعالیٰ) نے اس سے کیا تھا، جب اس پر یہ بات کُھل گئی کہ وہ
اللہ کا دشمن ہے تو اس سے براءت اختیار کر لی۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ
نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا
حکم دیا ہے، سوائے اس طلبِ مغفرت کے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے
والد آذر کے متعلق کیا، جب آپ پر یہ واضح ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو
آپ نے اس سے براءت اختیار کر لیا۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ ۴/۳۲۴، ۳۲۷)

☆ رفاعی نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کی نجات کے متعلق امام سیوطیؒ
کے رسائل کا جو حوالہ دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے اس
تعلق سے کوئی صحیح روایت ذکر نہیں کی جس سے ثبوت پکڑا جائے۔ علامہ
مُلّا علی قاری حنفیؒ نے سیوطی کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے، اس میں امام
ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تعجب ہے کہ
علامہ سیوطیؒ نے یہ کیسے دعویٰ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کو دوزخی
کہنا آپ علیہ السلام کو تکلیف پہنچانا ہے، جب کہ یہ خود جناب محمد ﷺ کی
زبانی مسلم وغیرہ کی صحیح روایات سے ثابت ہے، جب کہ رسول اللہ
ﷺ کے والدین کے زندہ کئے جانے اور پھر ان کے مسلمان ہونے کی
بات کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول
ﷺ پر بغیر علم کے بات گھڑنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے: ﴿
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الأعراف: 33) کہہ دیجئے: میرے رب نے ہر
ظاہر اور چھپی ہوئی بے حیائی، گناہ، ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے اور یہ
بھی کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کے لئے اس نے کوئی دلیل
نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے۔

ابنِ عربی کا کُفر اس کی کتابوں میں

17 ۔ آپ لوگوں نے ابنِ عربی کو کافر قرار دیا، پھر ان کے ساتھ حجۃ الاِسلام امام غزالیؒ اور امام ابوالحسن الأشعریؒ کو بھی ملا دیا۔

جواب = امام ابوالحسن الأشعری رحمہ اللہ کے تعلق سے عرض ہے کہ ان کا عقیدہ انکی زندگی کے آخری ایام میں محدثین کے عقیدہ پر تھا، جیسا کہ انکی دو کتابوں ''**المقالات**'' اور ''**الإبانة**'' سے ظاہر ہے، اب جو اشاعرہ اپنے آپ کو انکی طرف منسوب کر رہے ہیں وہ انکے اس عقیدے پر نہیں ہیں جو انکی زندگی کے آخری مرحلے کا تھا، علماء نجد کی اس بات سے کونسی تکفیر یا تبدیع (کافر اور بدعتی قرار دینا) ظاہر ہو رہی ہے، جس پر رفاعی انہیں نصیحت فرما رہے ہیں؟

امام غزالی رحمہ اللہ اپنے عقیدے میں متکلمین کے نہج پر تھے، لیکن بعض معتبر علماء سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے اپنے اس متکلمانہ عقیدے سے رجوع کر لیا تھا، امام اَبی العزّ حنفی رحمہ اللہ، شارح العقیدۃ الطحاویۃ فرماتے ہیں: ''وہ شروع میں متکلمین کی اس جماعت میں شامل تھے جنہیں آخر میں حیرانی اور پریشانی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو سکا'' پھر فرماتے ہیں

: ''اسی طرح غزالی رحمہ اللہ کا معاملہ، علم کلام کے معاملے میں حیرت اور استعجاب پر آ کر رُک گیا، پھر انہوں نے اس طریقے سے منہ موڑ لیا اور احادیثِ رسول ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس حالت میں انتقال فرمایا کہ صحیح بخاری شریف انکے سینے پر تھی، اور اپنی کتاب ''**إلجام العوام عن علم الكلام**'' میں علمِ کلام میں لوگوں کو مشغول ہونے سے ڈرایا ہے اور کتاب و سنت اور اسلاف کے طریقے کو لازم پکڑنے کی ترغیب دی ہے

رفاعی بتلائیں اگر علمائے نجد و حجاز نے امام غزالیؒ کے متعلق یہ کہا ہے تو کیا انہیں کافر قرار دیا؟ مالكم كيف تحكمون ؟

لیکن جہاں تک ابنِ عربی الطائی صاحب الفصوص الحکمیۃ اور قائلِ وحدۃ الوجود کا معاملہ ہے، اس شخص نے اپنی کتابوں میں جو باتیں لکھی ہیں، جب بھی انہیں کوئی صحیح العقیدہ مسلمان پڑھے گا تو اسکو کافر قرار دینے میں ہرگز تأمل نہیں کرے گا۔

شیخ برہان الدین البقاعیؒ (متوفی ۸۸۵) نے ''**تنبيه الغبى على تكفير إبن عربى**'' کے نام سے ۲۴۱ صفحات کی کتاب لکھی ہے، اس کے مقدمہ میں وہ فرماتے ہیں: ''جب میں نے دیکھا کہ لوگ ابن عربی، صوفی اور وحدۃ الوجود کے قائل کے متعلق پس و پیش میں مبتلا ہیں، جب کہ اس نے اپنی کتاب **الفصوص الحكمية** میں اتنا کفر ظاہر کیا ہے جتنا کہ اسکی

دوسری کتابوں میں نہیں، اس لئے میں نے چاہا کہ اس کے کُفر کو ظاہر کروں، تا کہ لوگوں پر اس کا کفر وضلال واضح ہو اور لوگ اسکے حال کو جانیں اور اسکی باتیں چھوڑ دیں، کیونکہ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور یہ کتاب میں نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے لکھی ہے: ''**من رأى منكم منكرا فليغيّره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإيمان .(مسلم عن أبى سعيد الخدرى**ؓ**) وفى رواية عبد الله بن مسعود " وليس وراء ذلك من الإيمان مثقال حبّة من خردل** ''۔ (**مسلم**) جس نے کسی کو برائی کرتا ہوا دیکھے، اس کو چاہیئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اسکی استطاعت نہیں رکھتا تو پھر اپنی زبان سے، اگر اسکی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل میں اسے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی دوسری روایت میں ہے: ''اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے''۔

پھر فرماتے ہیں: ''اس رسالے کا نام میں نے ''**تنبيه الغبى على تكفير إبن عربى** '' رکھا ہے، آپ چاہیں تو اس کو'' **النصوص على كُفر الفصوص** '' بھی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ میں نے اسکے کفر کی شہادت کے لئے وہی باتیں لی ہیں جس میں کوئی تاویل کی گنجائش نہیں، کیونکہ ہر

کلام تاویل اور اس کے ظاہر سے تصریف کو قبول نہیں کرسکتا۔

میں تمام عقل مندوں اور نادانوں کے لئے ابنِ عربی کی کتاب ''الفصوص'' سے کچھ جملے نقل کرتا ہوں، جنہیں علامہ بقاعیؒ نے صفحہ نمبر کے ساتھ اپنے رسالے میں بیان کیا ہے، پھر ان علماء کے جملے نقل کروں گا جنہوں نے اسے کافر قرار دیا یا اس کی پُر زور مذمت کی، ساتھ ہی علماء کی اس جماعت کا نام ذکر کروں گا جنہوں نے اسکے کفر کی صراحت کرتے ہوئے اسکی سخت مذمت کی۔

ابن عربی اس آیت ﴿وَيُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا﴾ (وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا) کے متعلق کہتا ہے: ''اس سے مراد فلسفہ ومنطق کے عقلی معارف ہیں۔ ﴿وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ'' (وہ تمہیں مال دے گا) کے متعلق کہتا ہے: ''تمہیں وہ چیز دے گا جو تمہیں اس کی طرف مائل کردے گی، جب تم اسکی طرف مائل ہوجاؤ گے تو تم اپنی صورت اس میں دیکھو گے، جس نے یہ تصور کرلیا کہ اس نے اس کو (اللہ کو) دیکھا ہے وہ عارف نہیں ہوا اور جس نے دیکھا کہ اس نے اُس میں (اللہ میں) اپنے آپ کو دیکھا ہے وہ عارف ہے، اسی لئے لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ عالم ۲۔ جاہل۔ (ص ۴۹)

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ﴾ (اللہ کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ تم

کسی اور کی عبادت نہ کرو) کے متعلق کہتا ہے: ''عالم جانتا ہے کہ کس نے عبادت کی اور وہ ہر صورت میں ظاہر ہوا کہ اسکی عبادت کی جائے، یعنی محسوس صورت کے اعضاء میں یا روحانی صورت کے قویٰ میں، چاہے وہ کس قدر بھی زیادہ ہوں یا متفرق، ہر معبود جس کی عبادت کی جائے وہ غیر اللہ کی نہیں بلکہ عین اللہ کی عبادت ہے''۔ (ص:۵۱)

﴿ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ ﴾ (اگر تو انہیں (عذاب دیئے بغیر) چھوڑ دے گا یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے) کی تشریح کرتے ہوئے ابنِ عربی کہتا ہے: بھلائی کی طرف بُلا کر، انہیں بندگی سے نکال کر، ربوبیت کے اسرار میں داخل کردیں گے، جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بندوں کے بجائے رب سمجھنے لگیں گے، یعنی وہ ''بندے رب'' ہونگے۔ (ص ۶۰)

﴿ رَبِّ اغْفِرْلِي ﴾ (میرے رب! مجھے بخش دے) کے متعلق کہتا ہے: ''مجھے چھپا دے'' اور میری وجہ سے چھپا دے کہ میرا مقام ومرتبہ نامعلوم ہوجائے، جیسا کہ تیرے اس قول ''وما قدروا الله حقّ قدره'' میں تیری قدر نامعلوم ہوگئی۔ (۶۰، ۶۱)

''ولوالدیّ'' (میرے والدین کو) جن کا میں مشکّل ہوں، یعنی عقل اور فطرت۔ ''ومن دخل بیتی'' (جو میرے گھر میں داخل ہوا) یعنی میرے گھر میں۔ ''مؤمنا'' ان الٰہی خبروں کی تصدیق کرنے والا جو اس میں

ہوتی ہیں اور وہ، وہ ہیں جو ان کے دلوں میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔'' المؤمنین ''عقلیں۔'' ''المؤمنات'' جانیں۔ پھر کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں ایک نام ''علی'' (بلند) ہے، یعنی ہر شخص اور چیز پر، اور پھر کوئی چیز نہیں سوائے اس کے، وہ اپنی ذات میں بلند ہے، کیوں نہیں جب کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ہی نہیں، اس کی ذات کے لئے بلندی، وجود کی حیثیت سے ہے، اس لئے کہ وہ عین موجودات ہے اور جنہیں مخلوقات کہا جاتا ہے وہ بھی اپنی ذات میں بلند ہیں، اس لئے کہ وہ تمام صرف وہی (اللہ) ہیں۔ (۶۱)

کہتا ہے: ﴿ فَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ﴾ جو کچھ ظاہر ہے وہ اس کی اصل ہے، اپنے ظہور کے حال میں باطن ہے، وہ اس کی اصل ہے اور کوئی شخص اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا، اس کے علاوہ اور کوئی باطن نہیں ہے، وہ اپنے آپ کو ظاہر بھی کرنے والا ہے اور اس سے چھپا ہوا بھی ہے، اسی کا نام ''أبوسعید الخزار'' ہے اور اسی طرح کی دیگر مخلوقات کا۔ (۶۲)

کہتا ہے: ﴿ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ (اس (اللہ) نے اُس (آدم علیہ السلام) سے اُس کا جوڑا (حوّا کو) پیدا کیا) اس نے اپنے آپ سے ہی نکاح کیا، بیوی اور بچّے اس کا حصّہ ہیں اور متعدد ہیں معاملہ ایک ہی ہے۔ (۶۸)

کہتا ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ

مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾ (کوئی جاندار ایسا نہیں جسکی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو' بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے) یعنی ہر چلنے والا رب کی صراطِ مستقیم پر ہے' اس طرح نہ وہ مغضوب ہیں اور نہ ضآلّین' جس طرح گمراہی عارضی ہے اسی طرح اللہ کا غضب بھی عارضی ہے اور پھر اللہ کی رحمت کی طرف ہی لوٹنا ہے جو کہ ہر چیز کو ڈھانک لی ہے۔

کہتا ہے: '' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: ﴿ هٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا ﴾ (یہ بادل ہم پر برسے گا) انہوں نے اللہ تعالی سے خیر کی امید کی تھی اور وہ اپنے بندے کے گمان کے پاس ہے' اللہ تعالی نے ان کے لئے اپنے قول سے مثال بیان کیا اور انہیں اس چیز کی خبر دی جو کہ مستقبل میں زیادہ کامل اور اعلی ہوگی ' اس لئے کہ جب وہ ان پر بارش برسائے گا تو وہ زمین اور فصلوں کے لئے ہوگی اور وہ اس بارش کے نتیجہ تک بعد میں پہنچیں گے' اسی لئے فرمایا: ﴿ بَلۡ هُوَ مَا اسۡتَعۡجَلۡتُمۡ بِهٖ رِيۡحٌ فِيۡهَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴾ (بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے' ہوا ہے، جس میں دردناک عذاب ہے) " ریح " سے اشارہ انہیں ملنے والی راحت کی طرف ہے' کیونکہ اس ہوا نے انہیں تاریک ڈھانچوں اور دشوار گذار راستوں سے راحت پہنچائی۔ اور ہوا میں عذاب کا مطلب ، یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس وقت وہ اُسے چکھیں گے تو وہ میٹھا معلوم ہوگا' مگر

وہ انہیں رنجیدہ کرے گا اس فراق کی وجہ سے جس کے وہ عادی ہیں۔

مزید کہتا ہے: '' تم کائنات کے بارے میں جو چاہے کہو' اگر تم چاہو تو کہو وہی (اللہ) مخلوق ہے' اگر تم چاہو تو کہو وہی حق ہے' اگر تم چاہو تو کہو وہی حق اور مخلوق ہے' اگر تم چاہو تو کہو کسی بھی طرح اللہ نہیں اور نہ ہی کسی طرح مخلوق ہے' اگر تم چاہو تو اس میں حیرانی بھی کہہ سکتے ہو' کیونکہ مطلب مراتب کے متعین ہونے کی وجہ سے جُدا ہو گئے ہیں' اگر تحدید نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ' اللہ کے مختلف صورتوں کے بدلنے کی خبر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کا وصف تمام صورتوں کو اس سے جدا کر کے بیان کرتے ۔ آنکھ اگر دیکھتی ہے تو اسی کو، اور حکم واقع ہوتا ہے تو اسی پر واقع ہوتا ہے.(۹۱)

کہتا ہے: '' دوزخیوں کا آخری ٹھکانہ جنّت ہے' لیکن دوزخ اور آگ کی شکل میں' عذاب کی مدّت گذرنے کے بعد لازمی طور پر وہ دوزخیوں پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی اور یہ ان کے لئے نعمت ہوگی حقوق کے پورا ہونے کے بعد' جس طرح کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعمت بن گئی جب وہ آگ میں ڈالے گئے' کیونکہ آگ دیکھنے میں تو ایسا لگتا کہ آپ عذاب دئے جارہے ہیں اور بادی النظر میں یہ ایک المناک صورتِ حال تھی جو ہر اُس جاندار کو نقصان پہنچاتی جو اس کے قریب سے گذرے' اور اللہ تعالی کی مراد ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ان تکالیف کے باقی

رہتے ہوئے بھی ٹھنڈی اور سلامتی والی تھی' حالانکہ رنگت میں دیکھنے کے اعتبار سے وہ وہ آگ ہی تھی لیکن دوسری نوعیت سے وہ الٰہی تجلی تھی (۱۰۲)

کہتا ہے: ''موسی علیہ السلام بچھڑے کے معاملے کو حضرت ہارون علیہ السلام سے بھی زیادہ جانتے تھے' وہ جانتے تھے کہ بچھڑے کے پوجنے والوں نے اللہ ہی کے فیصلے پر عمل کیا ہے' کیوں کہ ﴿ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ﴾ ''اس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' اسی لئے انہوں نے اپنے بھائی کو ڈانٹا جب انہوں نے اس سے لوگوں کو منع کیا' اس لئے کہ عارف ہر چیز میں اللہ کو' بلکہ ہر چیز کو اللہ دیکھتا ہے۔(۱۱۲)

شیخ زین الدین العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کلام کا قائل کئی طرح کفر کا مرتکب ہوا'':

۱۔ اس نے حضرت موسی علیہ السلام کی طرف یہ بات منسوب کی کہ وہ اپنی قوم کی بچھڑا پرستی سے راضی تھے۔

۲۔ اس نے اللہ کے قول ﴿ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ﴾ سے یہ استدلال کیا کہ اللہ کے سوا کوئی چیز نہیں پوجی جائے گی' گویا بتوں کی پرستش کرنے والا بھی اللہ ہی کی عبادت کرنے والا ہے۔

۳۔ حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بچھڑا پرستی سے

منع کرنے پر ڈانٹا' یہ حضرت موسی علیہ السلام پر بُہتان ہے اور اللہ تعالی کے اس فرمان کی تکذیب ہے جو اس نے حضرت موسی کے غصّہ کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنی قوم کی بچھڑا پرستی سے غصّہ میں بھر گئے۔

۴۔ عارف' اللہ کو ہر چیز میں دیکھتا ہے' بلکہ ہر چیز کو اس کی ذات تصوّر کرتا ہے' پھر اس نے بچھڑے کو عین معبودِ حقیقی قرار دیا۔ یہ باتیں سننے والا ہر مسلمان اس شخص کی جرأت پر تعجب کرے گا اور فوراً پکار اٹھے گا کہ یہ باتیں اسی شخص کے منہ سے نکل سکتی ہیں جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان نہ ہو۔

ثقافتی کتابوں کو بدلنا

18۔ رفاعی ''ثقافت کو جھوٹ سے آلودہ کرنا'' کے موضوع پر کہتے ہیں: ''آپ لوگوں کی عادت ہے کہ اسلامی ثقافت کی کتابوں میں جو چیز آپ کو پسندیدہ نہیں اس کو اصل کتاب سے غائب کردیتے ہو'' پھر جو کتابیں حذف وتغییر کا شکار ہوگئیں یا جن میں (انکی دانست میں) جھوٹ شامل کردیا گیا' کی تفصیل بتاتے ہوئے انہوں نے کئی باتیں ذکر کیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے: ''**إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد** کے (سابق) رئیس' شیخ ابن باز (رحمہ اللہ) نے کوشش کی کہ علاّمہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی بخاری شریف کی شرح ''فتح الباری'' میں جو چیزیں انہیں پسند نہیں ان کا استدراک وتعاقب کریں' انہوں نے اپنے معاونین کے ساتھ مل کر اس کے تین پارے شائع کئے اور پھر تعلیق اور استدراک سے رُک گئے اس طرح انہوں نے ان تعلیقات کے ذریعے شر کا دروازہ کھول دیا۔

جواب = رفاعی نے اپنی دانست میں جس حذف' تبدیلی اور جھوٹ قرار دینے کا تذکرہ کیا ہے اور اسے شیخ الإسلام' علاّمہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن

باز رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے' اس تعلق سے عرض ہے کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا کسی کتاب کے متن کو حذف کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔

جہاں تک تبدیلی یا جھوٹ قرار دینے کا معاملہ ہے' اس کے تعلق سے عرض ہے کہ' کسی کتاب پر حاشیہ لگانا اور مؤلف کی کسی بات پر استدراک وتعاقب کرنا' کیا اُسے بدلنا یا جھوٹ قرار دینا ہے؟ جب کہ یہ طریقہ عہدِ قدیم سے اب تک رائج ہے اور شیخ ابن باز رحمہ اللہ اپنے استدراکات میں غایت ادب واحترام ملحوظ رکھتے ہیں' کسی بات سے اختلاف کرنا ہو تو فرماتے ہیں: ''یہ قول محلِ نظر ہے اور صحیح اس طرح ہے''۔

رفاعی نے شیخ مرحوم کی تعلیقات کے متعلق کہا: ''اور انہوں نے ان تعلیقات کے ذریعے شر کا دروازہ کھول دیا''۔

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ تمام دنیا کے اہلِ علم اور انصاف کے پاس اس حیثیت سے مشہور ہیں کہ آپ بھلائی کے دروازے کھولنے والے اور برائی کے دروازے بند کرنے والے ہیں' امام طحاوی رحمہ اللہ' علمائے امّت کے متعلق اہلِ سنّت والجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگلے پچھلے علمائے سلف' خیر اور اثر (حدیث) اور فقہ ونظر والے ہیں' ان کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کیا جائے گا اور جو انہیں بُرائی سے یاد کرتا ہے وہ مومنوں کے راستے پر نہیں ہے''۔ (رفاعی غور کریں کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ

پر بے جا اتہامات لگا کر اور صرف اختلافِ فکر کی وجہ سے انہیں بدنام کر کے
کیا وہ مومنوں کی راہ پر ہیں؟)
شیخ ابن باز رحمہ اللہ میں اللہ تعالی نے خبر و اثر اور فقہ ونظر کو جمع کر دیا تھا
اور آپ بیک وقت فقیہ بھی تھے اور محدّث بھی' اور میں شیخ مرحوم کو اس
زمانے کے بہترین لوگوں میں شمار کرتا ہوں ﴿ولا أزکی علی اللہ أحد﴾
اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ ان اولیاء اللہ میں سے ہونگے جن کے بارے
اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ☆ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (یونس: 62/63) ترجمہ:
سنو! جو اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ کوئی خوف اور نہ غم نہیں' یہ وہ لوگ ہیں
جو ایمان لائے اور گناہوں سے بچتے رہے. صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرۃ
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کا فرمان
ہے: ''**من عاد لی ولیا فقد آذنته بالحرب**'' (**بخاری**) جو میرے
کسی دوست سے دشمنی کرتا ہے تو میں اسکے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا
ہوں۔ (کیا رفاعی نے ایک ولی سے دشمنی کر کے اللہ سے اعلانِ جنگ نہیں
کیا؟) شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی وفات ۲۷ محرم ۱۴۲۰ھ کو ہوئی'
میں نے آپکی وفات کے بعد جامعہ اسلامیہ میں'' شیخ عبدالعزیز بن باز
اسلاف کا ایک نمونہ'' کے موضوع پر ایک لیکچر دیا تھا' جو شائع ہوگیا۔

کیا شیخ الجزائری کی تفسیر' جلالین سے ماخوذ ہے؟

19۔ رفاعی نے شیخ ابوبکر الجزائری پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے تفسیر
جلالین کے طرز پر ایک ایسی تفسیر لکھی جو جلالین کی بدل ہو اور لوگوں کو ایسی
لگے کہ وہ تفسیر جلالین ہی ہے تاکہ اس طرح عام لوگوں تک اسکی رسائی ہو۔
جواب = شیخ ابوبکر الجزائری کی تفسیر کا نام'' **اییسر التفاسیر لکلام
العلی الکبیر** '' ہے' جو پانچ جلدوں میں ہے' جس میں موصوف پہلے
آیات لکھتے ہیں' پھر الفاظ کے معانی' پھر آیات کی تشریح' پھر آیات سے
حاصل ہونے والے فوائد اور ہدایات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہء
تفسیر جلالین کے طرز سے یکلخت مختلف ہے' کیونکہ وہ متکلمین کے طرز پر
نہایت مختصر لکھی گئی ہے اور آیات کی تفسیر الفاظ کے درمیان ہوتی ہے' جیسا
کہ مائدہ کی آخری آیت کی تفسیر میں ہے:
''﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اللہ ہی کے لئے آسمان وزمین کی
بادشاہت ہے) بارش' بناتات اور رزق وغیرہ ہیں۔
﴿وما فیهن﴾ (اور جو کچھ ان میں ہے) اللہ تعالی نے لفظِ ''ما'' لایا' یہ

بیان کرنے کے لئے کہ ان آسمانوں اور زمین میں اکثر چیزیں غیر عاقل ہیں ﴿ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (وہ ہر چیز پر قادر ہے) اس کی قدرت میں سچّوں کو ثواب دینا اور جھوٹوں کو عذاب دینا ہے اور اس نے عقل کو اپنی ذات کے لئے خاص کرلیا ' اس پر کوئی (بلکہ وہ خود بھی) قادرنہیں ہے''۔

جلالین کی اس طرزِتفسیر پر میں عرض کروں گا:''ذاتہ'' میں ''ہٗ'' کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ متکلمین کا تصنّع ہے' اہل سنت والجماعت کے گوشہء دماغ میں ابھی تک یہی بات نہیں آسکی کہ ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ میں اللہ کی قدرت میں اس کی ذات بھی داخل ہے یانہیں؟ چہ جائے کہ وہ اللہ کی ذات پر اس کی اپنی قدرت کے اخراج پر غور کریں ۔قارئین اسی پر غور کریں اور دیکھیں کہ شیخ الجزائری اور تفسیر جلالین میں کتنا واضح فرق ہے۔ **شتّان مابین المشرق والمغرب**

شیخ الجزائری کی اس تفسیر میں کونسی تلبیس ہے جس کی وجہ سے رفاعی نے کہا : انہوں نے تفسیر جلالین کے طرز پر ایک ایسی تفسیر لکھی جو تفسیر جلالین کی بدل ہے اور لوگوں کو ایسا لگا کہ وہ تفسیر جلالین ہی ہے اور اس طرح عام لوگوں تک اسکی رسائی ہوسکی'' رفاعی کی یہ بات اس وقت صحیح ہوتی جب کہ شیخ الجزائری کی تفسیر کا نام '' **تفسیر الجلالین** '' ہوتا۔

کاش رفاعی کو اللہ تعالی کی اس آیت کا کچھ پاس ولحاظ ہوتا ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾ کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر نہ اُبھارے' تم انصاف کرو' یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے۔

رفاعی نے کئی چیزوں کو ذکر کر کے کہا کہ ان میں حذف سے کام لیا گیا ہے' میں نے اس لئے اس سے تعرض نہیں کیا کہ اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کے بارے میں' میں نہیں جان سکا' اگر ان میں کچھ سچائی بھی ہے تو یہ اس کے ناشرین وغیرہ کا معاملہ ہے' علمائے نجد وحجاز کا اس سے کیا تعلق ؟ جن کے بارے میں رفاعی نے کہا :''آپ لوگوں کی عادت ہے کہ اسلامی ثقافت کی کتابوں میں جو چیز آپ کی پسندیدہ نہیں اس کو اصل سے غائب کردیتے ہو''۔

الجامعة الإسلامية اُمّت کے لئے مفید ہے یا مُضر؟

20۔ رفاعی کہتے ہیں :'' آپ لوگوں نے مدینہ منورہ میں '' الجامعة الإسلامية '' کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم کی، لوگ اس کی طرف اس لئے دوڑ پڑے کہ اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے ان کا جذبہء محبت واتباع اور زیادہ ہوگا، لیکن افسوس کہ معاملہ برعکس ہوگیا''۔

جواب ='' الجامعة الإسلامية '' مدینہ طیّبہ میں ١٣٨١ھ کو قائم ہوئی اور یہ حکومت سعودیہ کے عظیم حسنات اور اسلامی دنیا کے لئے اس کے چند بڑے تحفوں میں سے یہ بھی ایک تحفہ ہے، کیونکہ اس یونیورسٹی میں غیر سعودی طلباء کی تعداد تقریبا اسّی فی صد ہے، یونیورسٹی اپنی تاسیس کے روزِ اول سے ہی سعودیہ کے اندر اور باہر عظیم خدمات انجام دے رہی ہے، یونیورسٹی ان کالجوں پر مشتمل ہے: شریعت کالج، دعوت اور اصولِ دین کالج ، قرآن کریم کالج، حدیث شریف کالج، اور اللغة العربیہ کالج، اس کے علاوہ یونیورسٹی میں اعلی تعلیم، M,A اور Phd کا بھی انتظام ہے۔ طلباء ان کالجوں میں کتاب وسنّت کے علم کے ساتھ تمام شرعی علوم حاصل کرتے ہیں اور یونیورسٹی ان شرعی علوم کی طرف اپنے طلباء کی رہنمائی کرتی ہے

تاکہ وہ دعوت الی اللہ کے میدان میں بصیرت کے حامل ہوکر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ﴾ (الأنعام :153) ترجمہ: اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی کی پیروی کرو، اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہیں اس (اللہ) کی راہ سے ہٹادیں گے۔ یونیورسٹی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور نیکیوں میں انکی اتباع کرنے والے تابعین علیہم الرحمۃ کی محبت کی طرف اپنے طلبہ کی توجیہ اور رہنمائی کرتی رہتی ہے اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ ان کی رسول اللہ ﷺ سے محبت اپنی جان، والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، لیکن غلو اور اِطراء کے بغیر، جو کہ بدعتیوں کا کام ہے، یونیورسٹی نے اپنے طلبہ کو سنّتوں کی اتباع اور بدعات اور محدثات سے اجتناب کرنا سکھایا ہے۔

الحمدللہ! یونیورسٹی سے اب تک ہزاروں فارغین نکلے ہیں جو اپنے اور دیگر ممالک میں جاکر دعوت الی اللہ کا کام کررہے ہیں اور وہ خیر اور صراطِ مستقیم کے داعی ہیں، اور ان میں سے اکثر کا بہت سے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں دعوت وتبلیغ کا حکومت سعودیہ سے معاہدہ (تعاقد) ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس ٹھیک راستے اور درست منہج پر جامعہ اسلامیہ گامزن

ہے اس سے بہت سے اہلِ بدعت اور اس کے دعاۃ ناراض ہیں، جیسا کر خود رفاعی اور ان کے چیلے بُوطی کا حال ہے، جب نیکیاں ان حضرات کی نظر میں گناہ ہو جائیں ، پھر ہم ان دونوں کے لئے ہدایت اور توفیقِ اتباعِ حق کی دُعا کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟ ؟؟

منشیات کے سوداگروں اور جادوگروں سے ہمدردی

21۔ رفاعی نے سعودی عرب کے حکّام اور قضاۃ پر یہ کہہ کر تنقید کی ہے کہ وہ منشیات کے اسمگلروں اور جادوگروں کو قتل کرتے ہیں، کہتے ہیں: ''تم نے اپنے مخالفین کو قتل کرنے کے لئے شریعتِ دینِ حنیف اور فتوی وحکم کا نام لے کر، جھاڑ پھونک اور روحانی علاج کرنے والوں کو (ان میں کون حق پر ہے اور کون باطل پر، تمیز کئے بغیر) جادوگروں کا نام دے کر، قتل کرنا شروع کر دیا، اس طرح بہت سے بے گناہ لوگوں کو قتل کر دیا اور تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اس فرمان کو بُھلا بیٹھے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (اور اس جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام قرار دیا ہے) ''**أوّل ما يقضى به بين الناس يوم القيامة فى الدّماء**'' (قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان (ناحق) خون کے فیصلے کئے جائیں گے) اس لئے تم اللہ کے حدود پر رک جاؤ اور انہیں شبہات کی وجہ سے ختم کر دو۔

جواب = اس کا جواب دو طرح دیا جائے گا : 1۔رفاعی کا معاملہ بھی عجیب ہے، وہ ان کی سزا پر بے قرار ہو رہے ہیں جو ظالم اور تعداد کے لحاظ

سے کم ہیں' اور ان نقصان اٹھانے والوں سے انہیں کوئی ہمدردی نہیں جو تعداد کے حساب سے بے شمار ہیں' گویا وہ بھیڑیوں پر تو مہربان ہیں لیکن ان کے شکار ہونے والوں پر انہیں ترس نہیں آتا' انہیں سانپوں سے محبت ہے لیکن ان کے زہر سے ہلاک ہونے والوں کے لئے انکے گوشہء دل میں کوئی رحم نہیں' کسی انسان کی اچھی صفات میں سے یہ بھی ایک ہے کہ وہ مجرمین کا مددگار نہ ہو۔

2۔رفاعی کا یہ کہنا کہ سعودی حکام اور قضاۃ نے جھاڑ پھونک اور روحانی علاج کرنے والوں کو جادوگر قرار دے کر قتل کرنے میں توسع اختیار کیا ہے' اور صرف فتوی اور اختیارات کا فائدہ اٹھا کر بہت سے بے گناہ افراد کا خون بہایا ہے' اور انہوں نے حدود کو شبہات کی وجہ سے ختم نہیں کیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ رفاعی کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ سعودی حکام اور قضاۃ نے اس معاملے میں سچوں اور جھوٹوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا اور انہوں نے جنہیں قتل کیا' وہ بے گناہ تھے اور وہاں پر ایسے شبہات تھے جن کی وجہ سے حدود کو ختم کرنا ضروری تھا ؟ لیکن یہ بس خیالی گھوڑے ہیں اور کسی پر الزام رکھنے کے لئے نفسانی خواہش کی اتباع ہے' اور پھر حکام کے حکم' قضاۃ کے فیصلوں اور مفتیوں کے فتووں پر اعتراض کا رفاعی کو کیا حق ہے؟ اور علمی اور دینی لحاظ سے انہیں کونسا مقام ومرتبہ حاصل ہے کہ وہ کسی

پر اعتراض کریں ؟ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو اپنی حیثیت کو پہچانتا ہے اور ایسے کام کرتا ہے جو اس کے لئے زیبا ہیں اور ایسے کاموں سے دامن بچاتا ہے جو اس کے لئے موزوں نہیں ۔

سعودیہ کے قضاۃ اپنے فیصلوں میں آیات اور احادیث کو نہ بھولے ہیں اور نہ إنشاء اللہ بھولیں گے' لیکن وہ حق تک رسائی کے لئے اجتہاد کرتے ہیں اور وہ ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ماجور ہیں' جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''**إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله أجران ' وإذا حكم فاجتهد فأخطأ فله أجر واحد** '' (**بخاری ومسلم عن عمرو بن العاص**ؓ) جب حاکم اجتہاد سے کام لیتے ہوئے کوئی فیصلہ کرتا ہے اور اس میں حق وصواب تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لئے دوہرا ثواب ہے اور اگر اس میں وہ غلطی کرتا ہے تو اس میں بھی اس کے لئے ایک ثواب ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات بر حق ھیں

22۔رفاعی فرماتے ہیں: تم لوگ مسلمانوں میں اپنے مخالفین کو جہمیہ اور معتزلہ کا نام دیکر بدنام کرتے ہو جب کہ حقیقت میں تم ہی جہمیہ ہو' کیونکہ تم نے بعض آراء میں انکی موافقت کی ہے' اور تم ہی معتزلہ ہو کیونکہ تم نے درجہء ولایت اور اُولیاء' درجہء کرامت وکرامات اور مُردوں کی حیات کے انکار میں ان کے شریک ہو اور دین کے امورِ غیب میں عقل کو حاکم مانتے ہو

جواب = 1۔ جواباً عرض ہے کہ رفاعی نے علمائے نجد وحجاز پر یہ تہمت لگائی ہے کہ وہ جہمیہ ہیں' کیونکہ جو جہمیہ کے عقائد کا حامل ہے تو وہ چیز اس کے اقوال اور مؤلفات وغیرہ میں پائی جائے گی اور وہی چیز معتبر تصور ہوگی جو اس سے ظاہر ہو' اور جہمیہ کے تعلق سے مشہور ہے کہ وہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات کو نہیں مانتے' اسی لئے انہیں اہلِ تعطیل یا معطلہ کہا جاتا ہے اور اہلِ سنّت والجماعت اہلِ اِثبات ہیں' وہ اللہ تعالی کے تمام اسماء وصفات کو بغیر تشبیہ کے مانتے ہیں' اللہ تعالی کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ ترجمہ: '' اس (اللہ تعالی) کے جیسی کوئی چیز نہیں' وہ سننے اور دیکھنے والا ہے''۔ اللہ تعالی نے اپنے لئے

صفتِ سمع وبصر کو ثابت کیا ہے لیکن غیروں سے اپنی یا خود کی غیروں سے مشابہت کی نفی کی ہے' اس طرح اہلِ سنّت نہ جہمیہ کے آراء سے اتفاق رکھتے ہیں اور نہ انکے عقائد سے' وہ ان سے تمام لوگوں سے زیادہ دور' اور ان سے بچے رہنے میں سب سے زیادہ باسعادت ہیں۔

2۔رفاعی نے جن کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ ولایت اور اُولیاء' کرامت اور کرامات کو نہیں مانتے' اس لئے اس معاملے میں وہ معتزلہ کے شریک ہیں' غلط ہے' علمائے نجد وحجاز درجہء ولایت اور اولیاء کو مانتے ہیں' اور اولیاء انکے پاس وہی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہے: ﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ☆ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴾ (یونس: 62/63) ترجمہ: سنو! جو اللہ کے دوست ہیں ان پر کوئی خوف اور غم نہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور گناہوں سے بچتے رہے۔ وہ ان تمام کرامتوں کی تصدیق کرتے ہیں جو اولیاء اللہ سے صحیح طور پر ثابت ہوں' جیسا کہ حضرت اُسید بن حضیر اور عبّاد بن بشر رضی اللہ عنہما کا واقعہ' جسے بخاری ومسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: '' کہ وہ ایک تاریک رات میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نکلے' ان کے سامنے ایک روشنی نمودار ہوئی جو انہیں راہ دکھا رہی تھی' جب وہ دونوں اپنی اپنی راہ پر جدا ہوئے تو وہ روشنی بھی ان دونوں میں بٹ گئی''۔ اسی طرح

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مہمانوں کے لئے کھانے کے زیادہ ہونے کا واقعہ جو صحیحین میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ‘ اولیاء اللہ کے متعلق اہلِ سنت والجماعۃ کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”تمام مومن اولیاء اللہ ہیں‘ اور ان میں اللہ تعالی کے پاس سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو ان میں سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور قرآن کی اتباع کرنے والا ہے“۔ پھر فرماتے ہیں: ”اور ہم انکی کرامتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو صحیح روایات سے ثابت ہیں“۔

شیخ الاِسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ‘ عقیدہ واسطیہ میں فرماتے ہیں: ”اولیاء کے کرامتوں‘ اور ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالی جو خرقِ عادت علوم اور مکاشفات اور قدرت اور تاثیر کی عجیب عجیب اقسام ظاہر کرتا ہے‘ اس کی تصدیق کرنا اہلِ سنّت کے اصول میں ہے‘ جیسا کہ اللہ تعالی نے گذشتہ امتوں کے متعلق سورہ کہف وغیرہ میں بیان کیا ہے‘ اور جیسا کہ اس امت کے صحابہ کرام وتابعین اور ہر صدی کے نیک لوگوں سے ظاہر کیا ہے اور یہ کرامات قیامت تک موجود رہیں گی“۔

لیکن جب یہ خارقِ عادات حکایات‘ خرافات ہوں اور خصوصًا

شریعت کی واضح مخالف ہوں‘ جیسے اللہ تعالی کے علاوہ مُردوں یا زندہ غائب بزرگوں سے استعانت وغیرہ‘ پھر یہ دعوی ہو کہ یہ اس بزرگ ولی کی کرامت ہے‘ جب کہ اس کی حقیقت اللہ تعالی بہتر جانتا ہے تو ایسی چیزوں کی طرف نہ توجہ دی جائے گی اور نہ ان سے دھوکہ کھایا جائے گا۔

اس طرح کی کرامات کے لئے ”عیدروس“ کی مثال کافی ہے‘ جن کے بارے میں رفاعی کا دعوی ہے کہ وہ ”عدن اور حضر موت کی برکت“ ہیں‘ اور انہوں نے انکی قبر اور اس پر قُبّے کو بابرکت قرار دیا۔

عبد القادر بن شیخ عبد اللہ العیدروسی اپنی کتاب ”النور السافر“ میں دسویں صدی ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے ابوبکر بن عبد اللہ العیدروس (متوفی 914ھ) کے حالات میں لکھتے ہیں: ”آپ کی کرامتیں بارش کے قطروں کی طرح ان گنت اور بے شمار ہیں‘ لیکن میں صرف تین مختصر حکایتیں بطور مثال بیان کرتا ہوں تا کہ باقی کو بھی انہیں پر قیاس کرلیا جائے۔“ قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا“

حکایت نمبر 1۔ آپ حج سے واپس لوٹ کر ”زیلع“ (ایک شہر کا نام) تشریف لائے‘ اس وقت اس کا حاکم محمد بن عتیق تھا‘ اتفاق سے انہی دنوں اس کی ایک لونڈی کا انتقال ہوگیا جو اس کے بچوں کی ماں تھی اور وہ اس سے بے حد محبت کرتا تھا‘ حالت یہ تھی کہ اس کے انتقال کی وجہ سے وہ

پاگل ہونے کے قریب پہنچ گیا' جب اس کے ان حالات کی خبر ہمارے شیخ ابوبکر بن عبداللہ العیدروس کو ہوئی تو آپ اس کو دلاسہ دینے' صبر کی تلقین کرنے اور اللہ تعالی کے فیصلے پر راضی ہونے کی تاکید کرنے کے لئے پہنچے' اور عالم یہ تھا کہ لاش اسی کے سامنے کپڑے سے ڈھکی ہوئی رکھی تھی' آپ نے اس حاکم کی تعزیت کی اور صبر کی تلقین فرمائی' لیکن اسے صبر نہ آیا بلکہ وہ شیخ کے پیر پکڑ کر انہیں بوسہ دیتے ہوئے گڑگڑا کر یہ کہنے لگا کہ:'' اگر یہ زندہ نہیں ہوئی تو میں بھی مرجاؤں گا' پھر مجھے کسی پر بھی اعتقاد باقی نہیں رہے گا'' جب آپ نے اسکی یہ بات سنی تو اس عورت کے چہرے کو کھولا' پھر اس کا نام لے کر اسے پکارا' اللہ تعالی نے فوراً اس کی روح واپس لوٹائی اور وہ آپ کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی اُٹھ کر بیٹھ گئی' یہ منظر دیکھ کر وہاں پر موجود لوگ باہر نکل گئے' اور شیخ وہاں سے اس وقت تک باہر نہیں نکلے جب تک کہ اس نے اپنے آقا کے ساتھ ہریس نہیں کھایا' اس واقعہ کے بعد وہ ایک زمانے تک زندہ رہی۔

حکایت نمبر 2۔امیر مرجان سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں:'' ہم صنعاء کی پہلی بندرگاہ پر تھے' اتنے میں دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا' میرے ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے اور میرا گھوڑا زخموں کی تاب نہ لا کر گر گیا' اتنے میں سارے دشمن مجھ پر ٹوٹ پڑے' اس مصیبت کے وقت میں نے بزرگوں کو

پکارنا شروع کر دیا' پھر میں نے شیخ ابوبکر کو یاد کیا اور ان کی دُہائی دی' اس کے فوراً بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ ابوبکر کھڑے ہیں' اللہ کی قسم! میں نے انہیں دن میں اپنی آنکھوں سے دیکھا' انہوں نے میری اور میرے گھوڑے کی پیشانی پکڑی اور مجھے دشمنوں کے نرغے سے نکال کر دوسری بندرگاہ پہنچا دیا' تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا مر گیا اور میں آپ (اللہ تعالی آپ سے خوش ہو اور آپ کی ذات سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے) کی برکت سے دشمنوں سے نجات پایا۔

حکایت نمبر 3۔آپ کے سچّے مُرید نعمان بن محمد المھدی کہتے ہیں:'' ہم ایک کشتی میں ہندوستان کا سفر کر رہے تھے کہ کشتی میں ایک بڑا شگاف پڑ گیا' تمام کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا کچھ لوگ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا وفریاد کرنے لگے اور کچھ اپنے بزرگوں کی دہائی دینے لگے' تو میں نے بھی اپنے شیخ ابوبکر العیدروس کو دہائی دی' اس کے ساتھ ہی مجھ پر اونگھ طاری ہوئی' میں نے اپنے شیخ کو ایک سفید رومال لے کر شگاف کی جانب بڑھتے دیکھا' میں فوراً فرحان وشاداں بیدار ہو گیا اور بلند آواز سے منادی کرنے لگا:'' اے کشتی والو! خوش ہو جاؤ' کیونکہ مدد آ گئی ہے'' لوگوں نے پوچھا:'' تمہیں کیا نظر آ گیا؟'' میں نے جو دیکھا تھا بتلایا' انہوں نے اسکو تلاش کیا تو دیکھا کہ شگاف واقعی ایک سفید رومال سے بند کر دیا گیا ہے'

اس طرح ہم آپ (اللہ تعالی آپ سے خوش ہو اور آپ کی ذات سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے) کی برکت کی سے نجات پا گئے۔

اہلِ سنّت اور اہلِ حدیث، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے وارث ہیں اور بدعتی اہلِ خرافات کے وارث ہیں، اسی لئے کہنے والے نے عیدروس کی کرامات کے متعلق کہا ”آپ کی کرامتیں بارش کے قطروں کی طرح ان گنت اور بے شمار ہیں“ اس طرح کی بات کسی مسلمان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامات کے متعلق نہیں سنا ہوگا، جب کہ آپ تمام اولیاء کے سردار اور امتِ محمدیہ جیسی سب سے بہترین امت کے سب سے افضل فرد ہیں، عیدروس کی جو تین کرامتیں بیان کی گئی ہیں وہ ہنسانے والی بھی ہیں اور رُلانے والی بھی، ہنسانے والی اس لئے کہ اس میں جھوٹ کی شدّت ہے اور رُلانے والی اس لئے کہ شیطان قبور و اہلِ قبور کے فتنے میں مبتلا ہونے والے اشخاص کے ساتھ کس طرح کھلواڑ کر رہا ہے۔اسی لئے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بت پرستی کی جڑ قبور و اہلِ قبور کے متعلق غلو ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا، اور کسی بھی انسان کے متعلق غلو حرام ہے“۔

مذکورہ تینوں حکایتوں میں سے پہلی حکایت جس میں کہ ییک شخص کی لونڈی مر گئی اور وہ عیدروس کے پیروں کو بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگا: ’اگر

یہ زندہ نہیں ہوئی تو میں بھی مر جاؤں گا، پھر مجھے کسی پر بھی اعتقاد باقی نہیں رہے گا“ جب آپ نے اسکی یہ بات سنی تو اس عورت کے چہرے کو کھولا، پھر اس کا نام لے کر اسے پکارا، اللہ تعالی نے فوراً اس کی روح واپس لوٹائی اور وہ آپ کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی اُٹھ کر بیٹھ گئی، اور ایک زمانے تک زندہ رہی“۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ فَإِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ (الأعراف:24) ترجمہ: جب ان (کی موت) کا وقت آجاتا ہے وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ آگے۔ اور جو شخص مر جاتا ہے اس کی قیامت اسی وقت سے قائم ہو جاتی ہے، انسان کو دنیا میں صرف ایک ہی زندگی ملی ہوئی ہے نہ کہ دو یا اس سے زیادہ، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (البقرة:28) ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کفر کا روّیہ کیسے اختیار کرتے ہو جب کہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی عطا کیا، پھر وہی تم کو موت دے گا پھر وہی تم کو دوبارہ زندگی عطا کرے گا پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

باقی دونوں حکایتوں میں، مصیبتوں میں غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے استعانت طلب کرنا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ

الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ءَ إِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴾ (النمل : 62) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا کو سنتا ہے جب کہ وہ اس کو پکارے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے' کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی معبود (برحق) ہے ؟ تم لوگ کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔

جہاں تک مُردوں کی زندگی کا تعلق ہے' اس کے متعلق عرض ہے کہ علمائے نجد وحجاز مُردوں کی قبر والی' برزخی زندگی پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ زندگی نہ تو دنیوی زندگی کی مشابہ ہے اور نہ ہی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد کی زندگی کی طرح' اور وہ اپنی قبروں میں نعمتیں بھی پاتے ہیں اور عذاب بھی' نعمت اور عذاب روح اور جسم دونوں کو حاصل ہوگا' اس لئے کہ احسان ان دونوں پر ہوا تھا تو عذاب بھی ان کو شامل ہوگا۔اسی طرح علمائے نجد وحجاز غیبی امور میں عقل کو حاکم نہیں مانتے' بلکہ وہ نصوص شرعیہ کی علّت تلاش کرتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس عقلِ سلیم' نقلِ (حدیث) صحیح کی مخالف نہیں ہوسکتی' امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس موضوع پر کتاب ہے جس میں آپ نے عقل اور نقل کے درمیان تعارض کو ختم کیا ہے۔

مکانی آثار کی شرعی حیثیت

23۔رفاعی رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب مکانی آثار (جیسے آپ ﷺ کی جائے پیدائش' وہ کنواں جس میں آپ ﷺ کی انگشتِ مبارک گر گئی تھی' اور قباء کی وہ جگہ جہاں سفر ہجرت میں مدینہ آتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اونٹی بیٹھ گئی تھی) سے انتہائی محبت وشغف کا اظہار کرتے ہوئے اور علمائے نجد وحجاز پر اس کی حفاظت کا اہتمام نہ کرنے پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''کہ اللہ تعالی نے خود مکانی آثار کی حفاظت کا حکم دیا ہے پھر اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ (بقرة:125) (اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو) اور طالوت علیہ السلام کے واقعہ میں جو فرمانِ الٰہی ہے ﴿ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ (بقرة:248) (ترجمہ: اس کے بادشاہ مقرر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں تمہیں وہ صندوق واپس مل جائے گا جس میں تمہارے رب کے طرف سے تمہارے لئے سکونِ قلب کا سامان ہے' جس میں آل موسی اور

آل ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں' جس کو (اس وقت) فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں' اگر تم مومن ہو تو یہ تمہارے لئے بہت بڑی نشانی ہے) سے دلیل پکڑتے ہوئے کہتے ہیں :'' مفسرین کا قول ہے کہ وہ بقیہ حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور ....الخ ہیں'' پھر انہوں نے نبی ﷺ کے جسمانی آثار کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اُجمعین کے اہتمام کے بارے میں صحیح بخاری شریف کے شروع ابواب میں وارد کچھ احادیث کا حوالہ دیا۔

جواب = پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مقام ابراہیم کو مصلی بنا لینے کے متعلق کتاب وسنت کے دلائل ہیں' اس میں رفاعی کے لئے آثار کی حفاظت پر کوئی دلیل نہیں' اس لئے کہ آیت مقام ابراہیم کو مصلی بنا لینے کے متعلق ہے آثار بنانے کے نہیں' کعبۃ اللہ کو قبلہ بنانے کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا تھا اور اللہ تعالی نے اس پر حضرت عمرؓ کی موافقت کی ۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح کے مکانی آثار کے اہتمام کے متعلق سخت منع ثابت ہے' آپ نے اس درخت کو جڑ سے کاٹ دینے کا حکم دیا جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعتِ رضوان لی تھی' اور آپ سے ایک اثر بھی مروی ہے' معرور بن سوید کہتے ہیں:'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

ساتھ سفر میں مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا' آپ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں ألم تر كيف فعل ربك پڑھا اور دوسری میں لإيلاف قريش ' پھر آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک مسجد میں آ آ کر نماز پڑھ رہے ہیں' آپ نے لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا' لوگوں نے کہا کہ :'' یہ وہ مسجد ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی'' آپ نے فرمایا '' **إنّما هلك من كان قبلكم أنهم إتّخذوا آثار أنبيائهم بيعًا ' من مرّ بشيء من المساجد فحضرت الصّلاة فليصلّ ' وإلاّ فليمض** '' تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کے آثار کے صومعے بنا لئے' جس شخص کا اس طرح کی مساجد پر سے گذر ہو' اگر نماز کا وقت ہو گیا تو نماز پڑھ لے ورنہ گذر جائے (نماز پڑھنے کے انتظار میں نہ رُکے) (مسند عبد الرزاق : 119-2/118 مسند أبوبکر بن أبی شیبہ:377-376 / 2 بسند صحیح)

☆ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر آیت کریمہ میں ذکر کردہ '' بقیہ '' کی تفسیر کو صحیح بھی مان لیا جائے تو تب بھی اس سے آثار کے اہتمام کی کوئی دلیل نہیں' کیونکہ آثار کے اہتمام سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے نہی ثابت ہے' جیسا کہ ابھی آپ کا یہ قول گذرا ہے کہ '' تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کے آثار کے

صومعے بنالئے' جس شخص کا اس طرح کی مساجد پر سے گذر ہو' اگر نماز کا وقت ہوگیا تو نماز پڑھ لے ورنہ گذر جائے'' اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے :''**عليكم بسنّتي وسنّة الخلفاء الراشدين المهديّين من بعدي ' عضّوا عليها بالنواجذ' وإيّاكم ومحدثات الأمور' فإن كل محدثة بدعة 'وكل بدعة ضلالة ''۔(أبوداؤد.ترمذی بسند صحیح)**

اے لوگو! تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ نیک خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو' اسے اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو' اور(دین میں) نئے نئے کاموں سے بچتے رہو' کیونکہ (دین میں) ہر نئی چیز بدعت' اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

☆ تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آپ علیہ السلام کے پسینے' وضو' بال اور ان چیزوں سے جو آپ ﷺ کے جسم سے مس ہوئی ہیں برکت حاصل کرنے متعلق آئی ہوئی احادیث ثابت ہیں اور صحابہ کرام کو ان سے برکت بھی حاصل ہوئی ہے' یہ تمام جسمانی آثار ہیں لیکن مکانی آثار کے اہتمام کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منع کا قول گذر چکا ہے' حضرت عمر نے ان بے دلیل مکانی آثار کے اہتمام سے اس لئے روکا کہ یہ چیز انسان کو غلو میں مبتلا کردیتی ہے جس کی وجہ سے وہ ان چیزوں میں گرفتار ہوجاتا ہے جن سے

شریعت نے روکا ہے' رفاعی کی ان باتوں سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ وہ بھی ان آثار کے فتنے میں مبتلا ہوچکے ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قبروں کو پختہ بنانے کی تائید کررہے ہیں جس کے حرام ہونے کے متعلق واضح احادیث آئی ہوئی ہیں اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ انہوں نے''عدن'' میں عیدروس کی قبر کو پختہ کرنے کی حمایت کی اور اس پر بنائے گئے قبے کو مبارک قرار دیا۔

اور ان کا ان مکانی آثار کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے علمائے نجد وحجاز پر اس لئے بھی تنقید کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ حفاظت نہیں کی' فرماتے ہیں:'' مسجد قبا کے پاس رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ کا اثر تھا جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے اور اسی جگہ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی:﴿ لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُطَّهِّرِيۡنَ ﴾ (التوبۃ : ۱۰۸) (ترجمہ: جو مسجد اول روز سے تقوی پر قائم کی گئی ہے وہ اس کے لئے زیادہ موزوں ہے کہ آپ اس میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہوں' اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔) تم نے اس اثر کو مٹا دیا اور ہم اس کو

بہت قریب زمانے تک دیکھتے تھے۔

ہم آنجناب سے عرض کریں گے کہ آپ کو اس جگہ کا پتہ کیسے چلا اور یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زمانہ قریب تک وہ جگہ باقی تھی؟ اس پر اسی وقت عمل کیا جاسکتا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اسکی کسی دیوار سے گھیرا بندی کردی ہو یا آپ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء راشدین یا ان کے بعد آنے والوں نے اس کو بطورِ اثر آج تک باقی رکھا ہو' اگر رفاعی یہ جانتے ہوں تو براہِ کرم بتادیں کہ وہ جگہ کہاں ہے؟ یہ بات تمام جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال سے زیادہ عرصہ تک تھی اور اس وقت دار الحکومت خود مدینہ منورہ تھا' لیکن آپ نے مکہ کے قریب حُدیبیہ میں واقع ببول کے درخت کو جڑ سے کٹوادیا اور آپ نے ہی رسول اللہ ﷺ کے مکانی آثار کی اتباع سے روکا جن کے بارے میں کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں' کیا حضرت عمرؓ کے تعلق سے یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ وہ مدینہ سے دُور کے آثار کو تو ختم کردیں اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ کو رفاعی کے دعوی کے مطابق بطور اثر باقی رکھیں گے؟

رفاعی آثار رسول ﷺ کی حفاظت کے جوش میں صرف آپ علیہ السلام کی ذات تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ متأخرین کے آثار کو بھی اس

میں شامل کرلیا' فرماتے ہیں: ''تم لوگوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے دامن میں واقع شیخ الإسلام عارف حکمت کے کتب خانے کو گرادیا جو کتابوں اور مخطوطات سے بھرا ہوا تھا' جس کی تعمیر عثمانی طرز پر نہایت شاندار اور منفرد تھی' تم نے توسیع حرم کے نام پر بہت سی ایسی چیزوں کو گرادیا جو حرم سے دور بلکہ جسکو اس کی توسیع سے کچھ بھی تعلق نہ تھا'' قارئین نے ان آثار سے شغف کا نتیجہ دیکھ لیا کہ رفاعی آثار رسول سے کس طرح بزرگوں کے آثار تک کھنچے چلے آئے' موصوف نے جس کتب خانے کا تذکرہ فرمایا اس کے اور مسجد نبوی کی امامی دیوار کے درمیان صرف چند میٹر کا فاصلہ تھا' اب وہ مسجد کے صحن میں شامل کردیا گیا ہے' لیکن اس کی کتابوں سے استفادہ اب بھی جاری ہے' کیونکہ مدینہ منورہ کے تمام کتب خانے' جن میں مذکورہ کتب خانہ بھی شامل ہے' مسجد نبوی کے قریب ایک کتب خانے میں جمع کردئے گئے ہیں جس کو'' **مکتبة الملک عبد العزیز** '' کہا جاتا ہے۔

محترم موصوف نے علماء نجد وحجاز کو نصیحت کرنے کے جوش میں صرف اسی پر بس نہیں کیا کہ ان مکانی آثار کے عدمِ اہتمام پر' جن کے متعلق سنت نبوی ﷺ سے کوئی دلیل نہیں' انہیں معتوب کیا' بلکہ ان پر یہ تہمت لگانے سے بھی نہیں شرمائے کہ (معاذ اللہ) علمائے نجد وحجاز رسول

اللہ ﷺ سے نفرت کرتے ہیں' شاید موصوف کو پتہ ہو یا نہ ہو کہ رسول اکرم ﷺ سے نفرت رکھنے والا کافر ہے مسلمان ہرگز نہیں ہوسکتا ۔اس طرح کے اتہامات کی بارش تو موصوف نے پہلے بھی برسائی ہے کہ علمائے نجد تمام مسلمانوں کو مشرک' تمام صوفیاء اور اشاعرہ کو کافر سمجھتے ہیں' جب کہ یہ ان پر جھوٹ اور بہتان ہے اور اب پھر ان پر یہ جھوٹی تہمت اور الزام لگا رہے ہیں کہ وہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ سے نفرت رکھتے ہیں' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کفر ہے' اور ہم کفر' شرک اور نفاق سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتے ہیں ۔نیز یہ بات بھی تمام کو معلوم ہونی چاہیئے کہ صحابہ کرام اور تابعین سنت سے غیر ثابت شدہ مکانی آثار جیسے آپ ﷺ کی جائے پیدائش' اور آپ ﷺ کی اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے تھے' بلکہ وہ آپ ﷺ کے شرعی آثار جو آپ ﷺ کے قول وعمل اور تقریر کی شکل میں ہیں اہتمام کرتے تھے' سنّتوں پر عمل کرتے اور بدعات وخرافات سے دامن بچاتے تھے' کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

دین النبی محمد أخبار   نعم المطیة للفتی آثار

لاترغبن عن الحدیث وأهله   فالرأی لیل والحدیث نهار

ولربما جهل الفتی أثر الهدی   والشمس بازغة لها أنوار

ترجمہ: محمد ﷺ کا دین احادیث ہیں' نوجوان کے لئے احادیث کیا ہی

بہترین رہنما ہیں' حدیث اور اہلِ حدیث سے تو ہرگز بے رغبتی نہ دکھا' کیونکہ رائے زنی رات کے مانند تاریک ہے اور حدیث روزِ روشن کی طرح عیاں' انسان کیسے ہدایت کے اثر سے بے خبر رہ سکتا ہے' جب کہ سورج چمک رہا ہے اور اسکی تجلیات ہر چہار جانب پھیلی ہوئی ہیں ۔

دوسرا کہتا ہے :

الفقه فی الدین بالآثار مقترن   فاشغل زمانک فی فقه وفی أثر

فالشغل بالفقه والآثار مرتفع   بقاصد الله فوق الشمس والقمر

ترجمہ: دینی فقہ احادیث سے ملی ہوئی ہے' تم اپنے اوقات کو فقہ یا حدیث میں مشغول کرو' فقہ اور حدیث میں مشغول ہونا بلند درجہ کا کام ہے' اللہ کی نظر میں چاند وسورج سے بھی بلند۔

کچھ ڈاکٹر بوطی کے بارے میں

24۔ رفاعی کی مزعومہ نصیحت کو ڈاکٹر بوطی نے پیش کیا اور اس ''زہر آلودہ نصیحت'' سے مکمل اتفاق جتلاتے ہوئے اپنے ''گرانقدر خیالات'' کا اظہار یوں فرمایا: ''یہ ایک خوشگوار (؟) نصیحت ہے جو اپنے اُسلوب میں بہت ہی نرم اور لطیف ہے''۔ پھر دعوی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''ان مکانی آثار سے تبرک حاصل کرنے پر خیر القرون کے مسلمانوں سے موجودہ دور تک کے علماء کا اجماع ہے' اس کو بدعت کہہ کر مخالفت کرنے والے صرف علمائے نجد ہی ہیں''۔ پھر کہتے ہیں: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح ہم جانتے ہیں اسی طرح یہ لوگ (علمائے نجد وحجاز) بھی جانتے ہیں کہ خیر القرون کی تینوں صدیاں رسول اللہ ﷺ کے مکانی آثار سے تبرک حاصل کرنے پر متفق ہیں' جیسے آپ ﷺ کی جائے پیدائش' اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکان' حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر' جس میں آپ ﷺ نے اپنی ہجرتِ مدینہ کے ابتدائی ایام میں مقیم تھے' اسی طرح بئرِ أریس (وہ کنواں جس میں آپ ﷺ کی انگشتِ مبارک گر گئی تھی) اور بئرِ ذی طوی اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر وغیرہ'

خیر القرون کے بعد آنے والی نسلیں بھی اس کی محافظ اور اس کے اجماع ہونے پر شاہدِ عدل رہیں''۔

بوطی کا مقدمہ بھی علمائے نجد وحجاز کے ''سوادِ امت کو اشعری اور ماتریدی ہونے کی وجہ سے کافر قرار دینے'' کی تہمت پر مشتمل ہے' نیز انہوں نے علمائے نجد وحجاز پر غلو سے بچنے کی تاکید کرنے پر بھی تنقید کی' اور آنجناب کی نظر میں غلو اور اِطراء دو الگ الگ چیزیں ہیں انہوں نے اِطراء کو ممنوع' لیکن غلو کو جائز قرار دیا' سچ ہے:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

فرماتے ہیں: ''اگر تم بھی وہی کہتے جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' **لاتطرونی کما أطرت النصاری إبن مریم** ''(**بخاری ومسلم**)

(تم مجھے (میرے مقام ومرتبہ سے) اتنا نہ بڑھاؤ جتنا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسی بن مریم کو بڑھایا) تو یہ مقبول بات اور قیمتی نصیحت ہوتی' لیکن محبت جو محبوب کے لئے دل سے متعلق ہے' جس کے قرب سے انسان اُنسیت اور جسکی دوری سے وحشت محسوس کرتا ہے' اس میں غلو ہرگز نہیں' بالخصوص جب کہ محبوب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہو تو پھر وہ اللہ تعالی سے قُرب کا ایک عنوان ہوجائے گی' جو اللہ تعالی کی توحید کے لئے لازم وضروری ہے' آپ ﷺ سے محبت کرنے والا چاہے آپکی محبت

میں کس قدر ہی مبالغے سے کام لے تب بھی وہ محبت کی اس انتہاء کو پا نہیں
سکتا جس کا حکم اس حدیث میں دیا ہے جسے شیخین نے روایت کیا :''
لایؤمن أحدکم حتی أکون أحبّ إلیه من ماله وولده والناس
أجمعین ''بخاری کی ایک روایت میں ''**ومن نفسه**'' کے الفاظ بھی آئے
ہوئے ہیں۔ترجمہ:تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب
تک کہ میں اس کے پاس اسکے مال اولاد اور ساری دنیا کے لوگوں سے
زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ بخاری کی ایک روایت میں'' اور اسکی جان
سے زیادہ'' کے الفاظ بھی آئے ہوئے ہیں۔

جواب =اس کے جواب میں ہم کہیں گے:

1۔ڈاکٹر بُوطی نے استاذ رفاعی کی جو تعریف کی ہے ان دونوں پر شاعر کا یہ
شعر صادق آتا ہے:

ذهب الرجال المقتدی بفعالهم   والمنکرون لکل فعل منکر

وہ لوگ تو چلے گئے جن کے کاموں کی اقتداء کی جائے اور جو ہر بُرے کام
کو بُرا سمجھتے تھے۔

2. رفاعی کی بزعمِ خویش نصیحت کی، بوطی کا ان الفاظ میں تعریف کرنا کہ :
''یہ ایک خوشگوار (؟) نصیحت ہے جو اپنے اُسلوب میں بہت ہی نرم اور
لطیف ہے'' حقیقت سے دور ہے، حق وہی ہے جس کو ہم نے رفاعی کے

بعض جملوں سے ثابت کیا، جس میں ظلم اور جھوٹ ہے۔

3. رفاعی کی تحریر سے بوطی کا کامل اتفاق ہے، اس لئے رفاعی کی تردید بوطی
کا بھی رد ہے۔

4۔بوطی کے دعوی کے مطابق قرونِ ثلاثہ کے مسلمانوں کا نبی ﷺ کے
مکانی آثار سے تبرک حاصل کرنے پر اجماع تھا، تو انہوں نے اس اجماع
کے اثبات کے لئے کوئی دلیل نہیں دی اور نہ ہی کم ازکم صحابہ کرام میں سے
کسی ایک کے قول کو نقل کرنے کی زحمت گوارہ کی، اس بارے میں وہ صحابہ
وتابعین سے دلیل کیا ذکر کرتے، جب کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
سے حُدیبیہ میں بیعۃ الرضوان کے درخت کو کٹوانے کا حکم آیا ہوا ہے، نیز
آپ نے ان آثار سے تعلق پیدا کرنے سے یہ کہہ کر ڈرایا کہ'' **إنّما
هلک من کان قبلکم أنّهم إتّخذوا آثار أنبیائهم بیعًا** '' ''تم سے
پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کے آثار کو
صومعے بنالئے'' جیسا کہ مصنف عبد الرزاق ومصنف ابن أبی شیبہ کے
حوالے سے گذر چکا ہے۔

5۔بوطی کا یہ دعوی کہ اس اجماع کی مخالفت کرنے والے صرف علماء نجد ہی
ہیں، خلافِ حقیقت ہے، اس لئے کہ تمام کتاب وسنت اور اسلافِ امت
کے متبع وہی کہتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، یہ لوگ ہر

زمانے میں رہے ہیں' اس زمانے میں بھی بہت ہیں اور ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں کویت اور شام بھی ہیں' جن سے رفاعی اور بوطی کا بالترتیب تعلق ہے۔

6۔علمائے نجد کے متعلق بوطی کا یہ دعوی کہ وہ ''سوادِ امت کو اشعری اور ماتریدی ہونے کی وجہ سے کافر قرار دیتے ہیں'' ان پر جھوٹ اور بہتان ہے' جیسا کہ رفاعی نے بھی یہی جھوٹ اور بہتان گھڑا تھا' جس کا رد گذر چکا ہے۔ یہاں پر ایک بات میں مزید کہنا چاہوں گا: کہ حدیث شریف میں فرقوں کے متعلق جو آیا ہوا ہے'' ......**ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة ' كلها فى النار إلاّ واحدة** ......'' یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی' تمام دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔

وہ تمام مسلمان ہونگے' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو امتیں ہیں:

ا۔امتِ دعوت: جس میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قیامت تک کے تمام یہود' نصاری اور انسان و جن شامل ہیں۔

۲۔امتِ اجابت: اس میں وہی داخل ہیں جو مسلمان ہیں' اور اسی میں تمام مذکور فرقے بھی شامل ہیں جن کا تذکرہ حدیث میں گذر چکا ہے' یہ تمام فرقے مسلمان ہیں اور دوزخ کے عذاب کے مستحق ہیں (عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جائیں گے) سوائے ایک فرقہ کے (جو اول وہلہ میں

جنت میں جائے گا) جو اس طریقے پر ہوگا جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

7۔موصوف کا غلو اور اِطراء میں فرق کرنا اور غلو کو جائز ٹھہرانا اور اِطراء کو ناجائز' بس یہ ایک ہی چیز کے درمیان فرق کرنا ہے' اس لئے کہ جس طرح اِطراء کے معاملے میں ممانعت آئی ہوئی ہے' اسی طرح غلو کے بارے میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نہی آئی ہوئی ہے' فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ لَاتَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ ﴾(النساء:171) (اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے لئے رمی کے واسطے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چن کر دیں (جب آپ نے دیکھا کہ لوگ بڑی بڑی کنکریاں چن رہے ہیں تو) آپ ﷺ نے فرمایا: '' **وإياكم والغلو فى الدين ' فإنما أهلک من كان قبلكم الغلو فى الدين** '' (**صحيح أخرجه النسائى وغيره**) ترجمہ: لوگو! تم دین میں غلو کرنے سے بچو' کیونکہ اگلی امتوں کو دین میں غلو نے ہی ہلاک کر دیا تھا۔

یہ ہر ایک جانتا ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت' اپنی جان' اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ ہونی چاہیئے' لیکن یہ نہ ہو کہ اللہ تعالی کی کچھ صفات آپ ﷺ کو دے دی جائیں' جیسا کہ بوصیری کے

اشعار میں ہے جس پر رد گذر چکا ہے' مجھے تعجب ہے کہ بوطی کو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں غلو کو دین کی عظیم بنیاد قرار دینے پر کس چیز نے راغب کیا؟ جب کہ غلو سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان گذر چکا ہے'' **وإيا كم والغلو فی الدين ، فإنما أهلک من كان قبلكم الغلو فی الدين ''(صحيح أخرجه النسائی وغيره)** ترجمہ: لوگو! تم دین میں غلو کرنے سے بچو' کیونکہ اگلی امتوں کو دین میں غلو نے ہی ہلاک کر دیا تھا.

میں آخر میں بھی وہی کہوں گا جو پہلے کہا تھا کہ یہ رفاعی کی ذات کا رد نہیں بلکہ ان کی تحریر کا رد ہے' چاہے انہوں نے کوئی دلیل ذکر کی ہو یا نہ کی ہو' ساتھ ہی یہ بھی کہوں گا کہ رفاعی نے اپنی مزعومہ ''نصیحت'' میں اور بوطی نے اس کے مقدمہ میں کوئی ایسی بات پیش نہیں کی جو صحیح ہو' بلکہ یہ مزعومہ ''نصیحت'' اور اُسے بوطی کی تائید درحقیقت یہ ان دونوں کے لئے (روزِ قیامت) فضیحت اور رُسوائی ہے' کیونکہ یہ اہلِ سنّت پر صریح جھوٹ اور بدعت اور گمراہی کی طرف دعوت پر مشتمل ہے۔

میں اللہ تعالی سے ان دونوں حضرات کے لئے حق کی ہدایت اور اس پر توفیقِ عمل کی' اور حق کی مخالفت سے بچنے کی دعا کرتا ہوں اور تمام مسلمانوں کے لئے اس سے اسکی رضامندی اور اسکے دین کی فقہ اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اَجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے کی

توفیق طلب کرتا ہوں۔

والحمد لله رب العالمين 'وصلى الله وسلم وبارک على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه وتابعيهم بأحسان إلى يوم الدين .

1
9
12
20
26
28
34
36
38
40
44
52
60
74